

سپر پست
سیدنا ظفر علی

چیزیں
خواجہ از ہر عجائب

مدیر
شیخ راشد احمد

ناصب مدیر
ڈاکٹر شاکر حسین خان

محل ادارت
ڈاکٹر شاہب عالم۔ محمد عاصم
محاذقہ۔ عاشر محمد۔ شاہینہ خانم

قانونی مشیر
ملک محمد رفیقی (ایڈو کیٹ) ملکان

مشیران
محمد رoshن جہاں صاحب
محمد ادریس جو خود صاحب
انیس خان صاحب
ظفر شاہ صاحب

زر تعاون فیٹارہ - 55 روپے
پاکستان - 600 روپے سالانہ
بیرون ملک - 3000 روپے سالانہ

بنک اکاؤنٹ نمبر
SHAIKH RASHID AHMED
Branch Code 0600221
IBAN #
PK94FAYS0002211500000699
FAYSAL BANK LTD
POWER HOUSE UP MORE
NORTH KARACHI-75850

ماہنامہ

صوت الحق

کراچی

اس شمارے میں

نمبر شار	عنوان	صفحہ
01	قارئین اکرام سے گزارش ہے	02
02	مزگور دیاست مدینہ	04
03	پاکستانی معاشرے میں عورت آزاد.....	08
04	فہم قرآنی آج ترقی یافت دور میں	10
05	یا سی جماعتوں کے لیکروں کا مقصد	12
06	تعوف قدیم ہذاہب میں [2]	17
07	گینگ لینڈ جمہوریت	23
08	صرف چہرے نہیں بلکہ نظام بدلو	28
09	تحریک پاکستان کے گولڈ ملیٹ	34
10	سورہ الیل [92] ترجیح	36
11	Sur-Al-Layl [92]	01

ادارہ کامضیون نگار حضرات کی تحریر و حقائق سے تشقق ہونا ضروری نہیں

مضامین و خط و کتابت کے لئے،

ادارہ صوت الحق، 5C، سیکٹر 4-L، 75850، کراچی کراچی، پاکستان
Cell No. 0333 2254315 / Jazz A/C 0301 3300544
saut-ul-haq@hotmail.com

کپوزیک / ذیز انٹک: راجیل شیخ۔ معرفت صوت الحق۔ کراچی

پو نسٹو: نیو جاہز پریس بلوچ پارک ایم اے جناح روڈ۔ کراچی

قارئین اکرام سے گزارش ہے

قارئین اکرام، ہر باشور انسان یہ بات جانتا ہے کہ کوئی بھی اجتماعی کام اسی وقت صحیح طور پر انجام پاتا ہے جب کہ اس سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ اپنے حصہ کا کام ذمہ داری سے انجام دے رہے ہوں۔ اجتماعی کام ہمیشہ مشترک ذمہ داری سے ہی چلتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنی ذمہ داری کوٹھیک ادا کر رہا ہو تو اجتماعی کام کامیابی کے ساتھ چلتا رہتا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنے حصہ کا کام کرنے میں کوتا ہی کی تو کام رُک جاتا ہے کیونکہ کوئی ایک انسان کسی اجتماعی کام کو تہا انجام نہیں دے سکتا۔ ماہناہ صوت الحق کی اشاعت فکرِ قرآنی سے وابستہ افراد کی ذمہ داری ہے، تہا میرے بس کی بات نہیں۔ صوت الحق نہ کاروبار ہے اور نہ اس کی کوئی اضافی ذریعہ آمد نی ہے، اس کو خالصتاً امدادے باہمی کے ذریعے ہی چلا جاسکتا ہے۔

معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں، اہل قرآن گروہ کی زندگیاں کامل طور پر تبدیل نہیں ہو سیں اور نہ ہی ہمارا اپنے رب سے مستحکم تعلق اب تک کسی طور قائم ہوا ہے، فکرِ قرآنی کے دعویداروں میں دو چار افراد استثناء کے ساتھ کوئی بجا نہیں۔ جمل میں اہل قرآن افراد کا کوئی ٹانی نہیں۔ فرقہ پرست لوگ اپنے باطل عقائد کی نشر و اشاعت و تحریک پر دل کھول کر اپنی کمالی خرچ کرتے ہیں۔ مگر اہل قرآن افراد نے تو قرآن کچھ اس طرح سمجھا ہے کہ کوئی اللہ کی راہ پر خرچ کرنے کو تیار ہی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ قرآنی نظام عدل اور معیشت قائم کرنے کی خواہشندوں کی میدان عمل میں کارکردگی کیا ہیں؟ ہم اللہ کا پیغام دنیا بھر کے انسانوں تک پہنچانے کے لئے کوئی اہم کاوشیں کر رہے ہیں؟ حق یہ ہے وہ لوگ جو خود کو قرآن سے وابستہ سمجھتے ہیں، میں نے ان کے کردار میں بے عملی اور زبانی جمع کیا ہم کا سچھنہ کر رہے ہیں؟ حق یہ ہے وہ لوگ جو خود کو قرآن سے وابستہ سمجھتے ہیں، میں نے ان کے کردار میں بے عملی اور زبانی جمع کر کے سوا کچھ نہیں پایا۔ بس نفس کی پرستش ان کا شعار ہے۔ رسالہ مکتووالیا، ڈرائیک روم میں بیٹھ کر ایک دو مضمون پڑھنے لئے دانشوری خرچ کے سوا کچھ نہیں کیا۔ بس نفس کی پرستش ان کا شعار ہے۔ اسکے بغیر کسی آزمائش سے گزرے بغیر کیا صرف 600 روپے کا رسالہ پڑھ کر بھگاری اور سمجھ لیا دینی فریضہ ادا ہو گیا، ذرا سوچیں! کچھ کئے بغیر کسی آزمائش سے گزرے بغیر کیا صرف 600 روپے کا رسالہ پڑھ کر جنت میں جائے؟ خوش فہمی میں نہ رہیں، اگر آپ اپنے رب کے ساتھ گھرے اور مستحکم قربت کے خواہاں ہیں تو اپنے وقت، ہنر، اور ملاجیتوں کو اللہ بزرگ و برتر کے لئے وقف کر کے اپنے رب کے ساتھ رہتے قائم کریں، قرآن تو آپ کو فرائض زندگی یاد دلاتا ہے۔

ماہی کی بات یہ ہے کہ صوت الحق کی اشاعت تہاں میں کر رہا ہوں، دنیا کی سات ارب کی آبادی میں چند سورس اے چھاپنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ مسلسل یادہ بانی سمجھنے پر بڑی مشکل سے زرشکت وصول ہوتا ہے جو کل اخراجات کا بمشکل 40 نیصد و صول ہوتا ہے، بقایا 60 نیصد اضافی اخراجات میں سے کچھ حصہ صرف ہیرون ملک سے دو چار قابل احترام بزرگ ہستیاں مالی امداد کرتے رہتے ہیں جو کوئی کافی ہوتی ہیں، بقایا میں خود "صوت الحق" کو مدفر اہم کرتا ہوں، بچھلے دوسال سے بزرگوں کی توجہ کم رہی، جس کے سبب اخراجات کو اٹھانا تہاں میری ذمہ داری رہی۔ جب سے عمران خان کی حکومت آئی ہے میرا چھوٹا سا نئی یکشن کا کام بند پڑا ہے، جس کے سبب ماہناہ صوت الحق شدید مالی بحران کا شکار ہے اور اشاعت کا سلسہ خطرے کے نشان پر آ کر کھڑا ہو چکا ہے۔ قارئین سے گزارش ہے صوت الحق کو اپنی ذمہ داری سمجھیں اور مالی امداد فراہم کریں۔ اس کی اشاعت کم اور اخراجات زیادہ ہیں، اس لئے مال خسارے کا سامنا رہتا ہے، جب تک اس کی اشاعت نہیں بروحتی اس کو مالی امداد کے ذریعے ہی چلا جاسکتا ہے۔۔۔ راشد

اَفَا لَهُ وَاٰلِهٖ رَاجِعُونَ

انسان کی زندگی کا دار و مدار سانس لینے پر ہے، انسان صرف اس وقت تک زندہ رہتا ہے، جب تک سانس لینے کا یہ عمل جاری رہے، جو نبی یہ سلسلہ رکا۔ انسان پر موت طاری ہو گئی، یعنی زندگی عبارت ہے دل کی دھڑکن سے اور حرکت قلب بند ہو جانے کا نام موت ہے۔ چیر میں ادارہ طلوع اسلام محمد اکرم رائٹھور صاحب حرکت قلب بند ہونے کے سبب اس دارِ قافی سے سفر آخرت کی طرف روانہ ہو گے۔ مجھے یہ اطلاع علامہ غلام احمد پرویز کے خاص رفقاء میں شمار ہونے والے بہت ہی محترم جناب اللہ ویتہ صاحب نے مورخہ 25 اگست 2020ء کو ان کی تدبیح کے فوراً بعد وی۔ میرے لئے یہ خبر نہایت ذکر کی تھی، مرحوم قرآنی تحریک میں کسی تعارف کے مختان نہیں، ان کا نام سنتے ہی نگاہیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ وہ اپنے پیچھے ان گنت خوشگوار یادیں چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملے، مرحوم قرآن کے شیدائی اور مجابر تھے، ان کا مولوٰ تھا ”اللہ کی راہ میں کوشش کرو اور کبھی پیچھے نہ ہٹو کونک اللہ نے تم سے کوشش مانگنی ہے نتیجہ نہیں“، مرحوم سے میری شناسائی 1988ء سے تھی، کیونکہ کراچی میں القرآن ٹرست کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی تھی، یہ ان ہی کی کاوشیں تھیں کہ القرآن ٹرست جیسے ادارے نے مجھے قرآن نہیں سے منور کیا اور میری فکری صلاحیتوں میں اضافہ کیا، اور مجھے جیسے ہزاروں لوگوں کو قرآن نہیں کا فیض عطا ہوا۔ انہوں نے مشرقی پاکستان میں بھی اپنے قیام کے دوران تحریک طلوع اسلام بنیاد رکھی اور بزم طلوع اسلام کی تشكیل کی۔ وہ القرآن ٹرست کے چیئر مین محمد اسلام مرحوم اور عبدالرحمن راجح مرحوم بلکہ تمام ممبران کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہتے تھے۔ باñی صوت الحق حسین امیر فرہاد مرحوم کے ساتھ بھی اکرم رائٹھور صاحب کے گھرے مراسم تھے ان کی وفات کے بعد محترم اکرم رائٹھور صاحب نے صوت الحق کی اشاعت کے تسلیل کو قائم رکھنے کے لئے صوت الحق کو القرآن ٹرست کے زیر انتظام لانے کے لئے مجھے حوصلہ دیا اور انتظامی امور میں میری راہنمائی بھی فرماتے رہتے تھے۔ مرحوم ایک مخلص، مشق، ملکسر مراج انسان ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کے مجابر تھے۔ محمد اکرم رائٹھور صاحب علامہ غلام احمد پرویز صاحب کے وفا شعار اور جانشیر سپاہیوں میں ایک اہم مقام رکھتے تھے، اکرم رائٹھور مرحوم جیسے علامہ پرویز صاحب کے رفتائے کاروں نے کس کس قسم کی خالقتوں کا مقابلہ کیا اور قرباً یا دیں وہاب ہمارے سامنے نہیں، یہ سر بکف سپاہی اپنے اخلاق و کردار کے مقام بلند پر تھے میری معلومات کے مطابق و در تربیت علامہ پرویز صاحب نے انہیں باجماعت نماز کے وقت آگے کر کے خود ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ مرحوم ایک دیدہ و راور پر وقار خصیت کے مالک تھے مرحوم عمر بھر قرآن عکیم کے ابلاغ اور خدمت پر معور رہے، کئی دہائیوں سے بغیر کسی معاوضہ کے بھیثیت چیئر مین ادارہ طلوع اسلام میں اپنے فرائض منصبی بھی انجام دیتے رہے۔ مرحوم کی جدائی سے تحریک طلوع اسلام کو ناقابل تلاشی نقصان پہنچا ہے۔ بہر حال بقا و دام یہاں کسی کو نہیں۔ وہ اپنا کام کرتے رہے اور ذمہ داری تا دم مرگ بھاتے رہے۔ ہر ایک نے آخر یہاں سے جانا ہے۔ مرحوم ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ حلقة طلوع اسلام میں الیکٹریکیٹ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ”حق مغفرت کرے عجب آزاد مردقا“، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائیں اور لو حظیں کو صبر جیل عطا فرمائے۔

عمران خان کی مزعومہ ریاستِ مدینہ کے خلاف عوامی چارچ شیٹ

یاد رہے کہ ریاستِ مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی غریب، معاشی طور پر کچلے ہوئے طبقات اور ظلم و احتصال کا شکار عام آبادی کے مسائل کو اولین فوکیت دے کر ہر طرف انصاف اور خوشحالی کا بول بالا کر دیا گیا تھا۔ رسول اللہ کے دستِ رحمت آفرین نے اسلامی انقلاب برپا ہی اس لئے کیا تھا کہ عام انسان کو مامن، تحفظ اور معاشی فارغ البالی مہیا کر دی جائے تاکہ وہ دمکجی کے ساتھ اپنی روشنی روزی کمائے اور ہر قسم کے خوف و حزن سے پاک، اسلام کے اخلاقی ضابطے پر جل کر اپنی اور اپنی فیصلی کی نشوونما نیعذات کرنے کے قابل ہو جائے۔

فلکھدا کسی بھی ریاست کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی ترقی صرف اس معنی میں ترقی کہلا سکتی ہے کہ وہ سب سے قبل، ترجیحی بنیادوں پر، کچلے اور پسے ہوئے غریب اور نچلے متوسط طبقات کو فارغ البالی اور سکون و مامن کی زندگی فراہم کرے۔ اس کے علاوہ ترقی کی کوئی بھی دیگر صورت ہرگز ترقی نہیں کہلا سکتی، بلکہ مخصوص بالا درست طبقات کا مفاد بن جاتی ہے۔ اور یہی یاد رہے کہ عوام کے معاہب کی واحد ذمہ دار حکومت وقت ہی ہوتی ہے۔ اس لئے تمام عوامی مسائل و مشکلات کا حل کرنا حکومت پر ہی واجب ہوتا ہے۔ یہی ہمارا دین اور پاکستان کا آئینہ کہتا ہے۔ اور اگر حکومت وقت ریاستِ مدینہ کو اپنا آئینہ دل مانے کی دعوے دار بھی ہو، جیسا کہ ہمارے وزیرِ اعظم، جناب عمران خان، ہر فرم پر علی الاعلان دعویٰ کرتے رہتے ہیں، تو عوامی فلاج اور عوام کو سامان نشونما کا فرادانی سے بھم پہنچانا ہی آپ کا اولین فریضہ قرار پاتا ہے۔ لیکن ہماری اس مزعومہ ریاستِ مدینہ کے کارہائے نمایاں کسی طرح بھی اسے "ریاستِ مدینہ" کی اساس رکھنے والی ریاست ثابت نہیں کرتے۔ تمام تر معاشی اعشار یوں اور ترقیاتی اعداد و شمار کی موجودگی میں بھی عوام کے غریب اور متوسط طبقات کے ساتھ جو ظلم و تم جاری ہے اس پر عوامی چارچ شیٹ کچھ اس طرح ہمارے سامنے آتی ہے جیسا کہ ذیل میں ترتیب وار بیش کی گیا ہے۔

[1] ڈیموں کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ نہایت تقلیل تعریف کام ہے۔ لیکن ان کی تکمیل کے لئے کم از کم پانچ سال اور زیادہ سیز یا دو سال کی ضرورت ہے۔ ان تمام برسوں میں کروڑوں کی تعداد رکھنے والے غریب طبقے کو ان تعمیرات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ سوائے اس کے مقابی آبادی کے دو تین یا چار ہزار لوگوں کو عارضی نوکریاں مل جائیں۔ کیونکہ انہیں تو بھلی کے بدترین استھانی ریش نے فی الوقت روٹی سے محروم کر رکھا ہے۔ اور عمران خان حکومت اس سمت میں دو سال میں بھی انہیں کوئی ریلیف نہیں دے سکی۔ البتہ سیستھ اور سٹیل کے کارخانہ اور اور دیگر تعمیراتی شبے کے کاروباری حضرات ان منصوبوں سے کروڑوں کما میں گے۔ تو پانچ سے دو سال ڈیموں کی تعمیر سے امیر کاروباری طبقے ہی کو فائدہ ہو گا۔ رہ گیا عوام کو ستی بھلی ملنا تو وہ ایک خواب ہی ہے اور خواب ہر رہ چکا۔

[2] آئی پی پیز کی اندھی نوٹ مار سے بچاؤ کے لئے دوبارہ بہتر شرائط اور ارزائیں زخوں کے ساتھ معابدوں پر دستخط ہو چکے صوت الحق۔ کراچی ۲۰۲۰ء اشاعت کا مسلسل ۴۴۶ چوبیسویں سال ائمہ سے جو لائی

ہیں۔ بہت اچھا کام ہو گیا۔ لیکن غریب لئے مجھے عوام تک بھل کے بدترین استھانی ریش میں کوئی ریلیف نہیں پہنچی۔ نہ ہی تسلی کے لئے یہ بتایا گیا ہے کہ کب تک اور کس حد تک بھل کے ریش کم کر دیئے جائیں گے۔ لگتا ہے کہ غریب کو ریلیف دینا عمران خان حکومت کی ترجیحات میں شامل ہی نہیں۔

[3] کرنٹ اکاؤنٹ بیلیفس بہتر ہو گیا ہے۔ میکرو اکنائس کے گراف اور جارہے ہیں۔ بنیان الاقوامی اداروں کی پاکستان کی معیشت کے بارے میں رینٹنگ بہتر ہو رہی ہے۔ لیکن بے روزگاری اور غربت کسی وبا کی مانند بڑھتی جا رہی ہے۔ کیا نوکریوں سے محروم عوام کے لئے کوئی گذار االاؤں دینے کا سوچا گیا؟؟؟ نہیں۔ کیوں؟ حالانکہ آئینیں پاکستان کے تحت روزگار اور روٹی فراہم کرنے کی ذمہ داری سو فیصد حکومت پر ہے۔ بیرون گاری بڑھ رہی ہے اور عمران خان کی "ریاستِ مدینہ" پر بے حدی طاری ہے۔

[4] سابقہ دو برسوں میں انٹرست ریش آدھے کر دینے سے سرمایہ دار کار و باری طبقے کی عید ہو گئی ہے اور کمپنیوں کے منافع بڑھنے لگے ہیں۔ ایکسپورٹ میں اضافے متوقع ہیں۔ بہت اچھا کام کیا گیا ہے۔ لیکن بچتوں کے منافع پر گذار اکرنے والے غریب کو کیوں فاقلوں تک پہنچا دیا گیا ہے؟ کیا ایسے غریب غربا اور بچتوں کے کھاتے اس ضمن میں استثنائی سلوک کے حقدار نہیں تھے؟ کیا چند ایسی سیونگ سکیوں کے منافع سبقہ سطح پر برقرار نہیں رکھے جاسکتے تھے جہاں سے ضرورت منداپی روٹی چلاتے تھے؟؟؟ اس ریاستِ مدینہ نے بھوکا مار دیا قوم کے ایک بڑے اور بے وسائل طبقے کو۔ شرم ختم کو گز نہیں آتی۔

[5] اس پر مستردیہ کہ اس بچے کچے حقیر منافع پر بھی عمران خان کی ریاستِ مدینہ نے وہ ہولڈنگ کے نام پر پیار کی پیپل گین ٹکیں لگا کر غریب کو گورنمنٹ پہنچا دیا ہے۔ اس ضمن میں ریاستِ مدینہ کا سربراہ کیا جواب دے گا اپنے خالق و مالک کو؟ کیا یہ ٹکیں صرف اداروں کی یا صرف ایک متعین کردہ بڑی مقدار کی سرمایہ کاری پر نہیں لگائے جاسکتے تھے؟؟؟ اور کیا چھوٹے چھوٹے کھاتے دار، جن کی روٹی روزی کا اس پر دار و مدار تھا، اس سے بری قرار نہیں دیئے جاسکتے تھے؟

[6] اس معاملے میں سب سے زیادہ غمین جرم یہ کیا گیا ہے کہ بوڑھے، ریٹائرڈ، بیواؤں، معدودروں، شہیدوں کی فیملیوں کی بچپت منافع سکیم کو بھی بڑے طریقے سے رکڑ دیا گیا ہے تا کہ یہ بے کس طبقہ جلدی جلدی قبروں کے اندر بینج جائے۔ یعنی اندر ہے کی لاٹھی چلاتے وقت نہیں دیکھا گیا کہ اس کی مارکہاں تک پہنچتی ہے۔ اس حقیقت کا بھی سب کو علم ہے کہ نیشنل سیونگ کے ادارے کا عملہ اپنے اکاؤنٹ ہولڈروں کے ساتھ گتوں والا سلوک کرتا ہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کیا ریاستِ مدینہ کی حکومت اسکا جواب دے گی؟

[7] اجراء دار بیویوں اور مانیاوں کا پیچھا کیا جاتا رہا ہے اور ہر جانب سے اربوں روپیہ بچائے جانے کا شور مچا جا رہا ہے۔ الٹرا امیر کلاس سے بیٹک اربوں وصول کیا جا رہا ہوا گا، لیکن پھر بھی غریب، بے روزگار اور بوڑھے لوگوں کا طبقہ کسی بھی سرپرستی اور کفالت سے محروم ہیں۔ آخر کیوں؟ وہ سب پیسہ کہاں جا رہا ہے؟ کیا تو می خزانہ عوام کا خزانہ نہیں ہے؟؟ اللہ تعالیٰ نے تو قومی خزانے کو "اموال الناس" کہا ہے۔ اور ریاستِ مدینہ میں یہ عوام ہی کا خزانہ ہے وہاں چاہیئے، نہ کہ سرمایہ دار ایلیٹ کلاس کا؟

[8] بڑے شور شرابے کے ساتھ لینڈ مانیا کا بھی پیچھا کیا جا رہا ہے، سوائے گاؤں فادر ملک ریاض کے، جس کا اس حکومت کی ریاستی طاقت کے ذریعے بھی کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا۔ کراچی کی زمینیں غصب کرنے کا عدالتی جرمانہ وہ براڈاون اپنے پلاٹ ماکان ہی سے مزید ترقیاتی مخابرات کے نام پر جریہ وصول کر رہا ہے۔ لاہور کی بانی پاس جو نقشے کے مطابق بحریہ ٹاؤن کے اندر سے گذرنی

اُس کی تعیر روک دی گئی ہے۔ اور کوئی مائی کالاں ملک ریاض کی اسکیم کے اندر سے روپنہیں گذار سکتا۔ نہ وزیر اعلیٰ، نہ ہی وزیر اعلیٰ! اہم کام اتنا کاشکار ہے۔ ریاست مدینہ میں ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اسی ضمن میں وزیر اعلیٰ پنجاب پر رشویں کھانے لہتیرے الزام لگ چکے ہیں۔ لوگوں کے پاس ثبوت موجود ہیں۔ عمران خان بخندہ ہے کہ وہ اپنے آدمی کو تبدیل نہیں کرے گا۔ چند روز قبل یہ کرپٹ وزیر اعلیٰ نیب کی عدالت میں کئے گئے سوالات کا جواب نہیں دے پایا۔ اور مہلت کا طلب گار رہا۔ پھر کی عدالت میں پیش کو عمران خان نے "مناق" کا نام دیا۔ کیا اسی کو "ریاست مدینہ" کا انصاف کہتے ہیں؟

مفرور مجرم، نااہل اور کرپٹ، پورے ملک کو بیچ کھانے اور سارے عوام کو قلاش کر دینے والے سابقہ معززوں کو رہہ وزیر نواز شریف کی اربوں کھربوں کی غیر منقولہ جائیداد پاکستان میں موجود ہے، لیکن ریاست مدینہ کی بُردار حکومت کی مجال نہیں کہ میں سے کچھ بھی حقیقی حکومت فرق کر سکے۔ اور وہاں سے برآمد کردہ رقم سے غریب کے لئے کچھ اشک شوئی مہیا کر سکے۔ جب یہ تمام تر کرپشن اور ریاست کی جبریہ طاقت سے حاصل کردہ جائیداد ہے جسے فن الفورحق سرکار ضبط کر لیتا قانون و آئین کی رو ہے اور لازم ہے۔ یہ بھی ہر شہری جانتا ہے کہ چور اور مفرور نواز شریف کبھی بھی اتنی بڑی جائیداد کے حصول کے لئے کوئی قانونی و از پیش نہ کر سکے گا۔ اگر کر سکتا ہو گا تو عدالتوں میں ثبوت پیش کرتا رہے۔ ریاست مدینہ یہاں کئے گئے حق کو کیوں دوڑھیں کرتی؟ سران خان کی بُردار حکومت جواب دے کر وطن کے غدار، بھک اعظم کے ساتھ یہ رعایت کیوں؟ کیا یہ حکومت ان بڑے چوروں پر سرف اسلامیوں میں چیختے چلانے کے لئے اقتدار میں آئی ہے؟ عوام اپنے خزانے پر سب سے بڑا ذرا ذائقے والے کی بویاں نوچ بینا چاہتے ہیں۔ مگر اس حکومت کی نااہلی کے باعث مجبور ہیں۔

[10] ٹانیز نیشنٹ کی بارہ ہزار والی اسکیم میں انتخاب کا جاہلائی معیار صرف وہ لوگ تھے جن کے نادراریکارڈ میں کوئی بُنک اکاؤنٹ، کوئی ہوائی سفر، کوئی بائیک یا گاڑی یا کوئی پاسپورٹ وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ خواہ ان کی آل اولاد خوب سکارہ ہی تھی اور وہ خوشحال تھے۔ بلیکن نادراریکارڈ رکھنے والوں کو بلا امتیاز [at Random]، بلکہ دودو مرتبہ، جن لیا گیا اور بارہ ہزار روپے دیئے گئے۔ اس کے بعد جس بھی غریب نے کبھی کوئی بائیک وغیرہ خریدی تھی، یا ضرورتاً کوئی بُنک اکاؤنٹ کھولا تھا، موجودہ صورت حال میں بے روزگار اور فاقہ زدہ ہونے کے باوجود ای سب حقیقی ضرورت مندوگ، اور بے سہارا بیوڑھے محروم کر دیئے گئے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اچھے دنوں میں بُنک اکاؤنٹ کھولا، یا بلیکن ادا کیا، یا کوئی بائیک یا گاڑی خریدی تھی، یا پھر باہر نوکری کا چانس لینے کے لئے اپنیا تھا، جس کا نادراریکارڈ موجود تھا۔ اور وہ ریاست مدینہ کا منہ تکتے رہ گئے۔ یہ تھانیز نیشنٹ کا انتخاب اور انصاف۔ پاسپورٹ بنوایا تھا، کیا اسی میں ریکارڈ موجود تھا۔ اور اسے منظوری دینے والوں کو کچھ شرم آتی ہے آئینے میں اپنے چہرے دیکھ کر؟ اور یہ بارہ ہزار کی کیا اسی اندھا معیار مقرر کرنے اور اسے منظوری دینے والوں کو کچھ شرم آتی ہے آئینے میں اپنے چہرے دیکھ کر؟ اسی میں رقم بھی وہ ہے جو حکومت ہر چوٹی سے گھر سے صرف بچلی کی مدیں انتہائی ظالماں اور شاطرانہ رخوں کے ذریعہ ایک سے دو ماہ میں جراوا پس وصول کر لیتی ہے۔ خواہ گھر میں کھانے کے لیے روٹی بچے یا نہ بچے۔ اور انہی رقم سے اس کے الہکار بھاری مشاہرے پاتے اور عیاشانہ زندگیاں گذارتے ہیں۔ یعنی غریب کے خون اور گوشت پر پلٹے اور اپنی فیملیاں پالتے ہیں۔ کیا ریاست مدینہ میں ایسا ہوتا رہے؟

[11] ایسے سب لوگ جو سرکاری ملازم نہیں تھے اور اب ستر اور اسی کے پیٹے میں کسی بھی قسم کی آمدی، پیش، علاج، رہائش کی

سہولت سے محروم ہیں، جن کا کوئی پہنچانی حالت نہیں ہے، وہ تو گویا پاکستانی شہری ہی نہیں ہیں۔ اور بے چارے "ریاستِ مذہبیہ" کا منہ تک رہے ہیں۔ سرکار کے لیے صرف سرکاری ملازم، موجودہ یا سے عارضہ، ہی حکومت کی ذمہ داری اور پاکستانی شہری ہیں۔ دوسرے تمام خیلیکٹر کے ملازمین کے طبقات، جو بڑی بھاری اکثریت رکھتے ہیں، اپورنڈ مزدور، اپورنڈ غلام اور اس معاشرے کے شدودر ہیں۔ جن کی کوئی ذمہ داری یا سرپرستی حکومت کے ذمہ نہیں ہے۔ یہ طبقاتی امتیاز ایسی بد بودار نوعیت کا حامل ہے کہ اس پر حکومت کے کار پر داڑوں اور سر برہ حکومت کو سر عام پھانی پر لکھا دینا چاہئے؟ یہ جرم و گناہ ایسا ہے جو فسادی الارض اور ظلم و فتن کے زمرے میں آتا ہے، جس کے ارتکاب پر قرآن قتل کا فتویٰ صادر کرتا ہے۔

[12] بازاروں میں چیک کر کے دیکھ لیا جائے کہ بنیادی خوارک کی اشیاء، سب کی سب غریب کی دسترس سے باہر ہو چکی ہیں۔ گھی ڈیڑھ گناہیت تک پہنچ چکا ہے۔ چینی دو گنی قیمت پر بک رہی ہے۔ آٹا ستر، بہتر روپے کلوچیوں سے مل رہا ہے۔ بچوں کا دودھ غریب اور متوسط طبقے کے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ یہ ایسی ریاستِ مذہبیہ ہے جو حکومتی ریٹ بھی قائم کرنے میں ناکام ہے۔ نہ صرف ہبھائی کے سامنے بے بس ہے، بلکہ اپنے کم کر دہ پڑوں کے ناخوں کو ایک ہی رات میں واپس لینے پر مجبور کر دی جاتی ہے۔ پڑو لیم سپلانی کمپنیوں کی مانیا ایک ہی رات میں سرکاری نویقیشن تبدیل کروادیتی ہے، اور 25 روپے لیٹر اضافہ کرو اک سابقہ قیمت بحال کروالیتی ہے۔ یہ کیسی ریاستِ مذہبیہ ہے؟

الغرض، یہ حکومت چل رہی ہے، یا اندر ہیر گری؟؟؟ کس کام کے ہیں یہ معاشی ترقی کے اعداد و شمار؟ اور ساتھ ساتھ گلیوں مکملوں اور قریبوں میں یہ بے روزگاروں کے غول اور انبار؟ اور دوسری جانب لاکھوں روپیہ ماہوار اور تمام دیگر سہولیات لینے والے عیاش نجح اور سرکاری الہکار؟ بازاروں میں بنیادی خوارک کی اشیاء کی مہنگائی بے محاب۔ بھوکے عوام کو نوکریاں دینا یا بے روزگاری الاؤں دینا تو ایک طرف، جب یونیورسٹیز کے ناجائز بلوں اور ہر سوچ میں آنے والی شے پر بھاری میکسز کے ذریعے ہی غریب اور متوسط طبقات پر وحشیانہ ظلم اور لوٹ ماراب تک جاری رکھا جا رہا ہے، تو پھر اس حکومت سے کیا امید رکھی جائے۔ اور اس پر بار بار لفعت نہ بھیجی جائے تو اور کیا کیا جائے؟

منقسم وفاداریاں

پاکستان میں رہائش پذیر پاکستانیوں کے پاس امریکا، برطانیہ اور کینڈا سمیت دیگر ممالک میں ملائیشیا وغیرہ کے پاسپورٹ یا بیزیڈی پر مٹ (ان ممالک میں رہائش کا اجازت نامے) بھی موجود ہیں۔ یہ افراد طاقتہر تو یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے دوسرے ممالک کے پاسپورٹ صرف اس لئے حاصل کئے ہیں تاکہ بیرون ملک آمد و رفت میں آسانی ہو، انہیں کچھ اضافی آمدنی ہو سکے یا پھر ان کے بچوں کو بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے میں سہولت ہو سکے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے علاوہ کسی بھی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کرنے اور ملک سے وفاداری کا باضابطہ عہد کرنے کے بعد صورتحال تبدیل ہو جاتی ہے بڑی تعداد میں تاجریوں کی وفاداریاں منقسم ہو جانے کے عرصت قوی ارتقا اور ترقی کے لئے پاکستان کی کوششوں کو نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے پوری یکسوئی اعتماد اور ثابت قدمی کے ساتھ ملکی درتحوال کو بہتر بنانے کے لئے مردوں کی کوششوں میں روکاوت پیدا ہو جاتی ہے۔

پاکستانی معاشرے میں عورت آزاد ہے یا غلام؟

اگر مسلم کیونٹی کی خواتین کو، اور خصوصاً "پاکستان جیسے نام نہاد،" اسلام کے قلعے "تعلق رکھنے والی خواتین کو، ان کے قرآن میں تاکید کردہ مساوی حقوق اور معاشری خودختاری دے جائے، تو انسانی آنکھیں نظارہ دیکھ کر ششدروہ جائے گی کہ کم از کم ۰ فیصد شادی شدہ خواتین اپنے موجودہ شوہروں اور فیلیوں کو جھوڑ کر گھر سے بھاگ جائیں گی۔ غیر شادی شدہ میں سے کتنی خواتین خودختاری ملتے ہیں اپنے گھروں کی "قید" سے نکل بھائیں گی، یہ معاملہ بھی التاویں رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں وہ بھی ہوں جن کے پاس کوئی تبادل گھر، ٹھکانہ یا پناہ گاہ فوری طور پر دستیاب ہی نہ ہو۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی موجودہ داگی قید، داگی 24 گھنٹے کی پر مشقت زندگی، اور مردوں کی داگی غلامی سے چھکارہ ملنے پر اس بات کی پروانیں کریں گی کہ گھروں سے نکل کر وہ فوری طور پر کہاں جائیں گی۔ ان کا معاشری استحکام انہیں یہ یقین دہانی کروانے کے لئے کافی ہو گا کہ وہ بہر حال اپنے لئے کوئی بھی ایسا ٹھکانہ تلاش کر لیں گی جہاں وہ آزادی کا سانس لے سکیں اور ایک سنکھ سے بھری اپنی مرضی کی زندگی گذار سکیں گی۔ یاد رہے کہ ۸۰ فیصد خواتین اپنے گھروں میں ایک پر مشقت زندگی کی صرف اس لئے پابند ہیں کہ وہ معاشری لحاظ سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ وگرنہ وہ بھی بھی مرد کی غلامی اور ایک پورے کنہبی کی غیر مشرد طا اور ہمہ وقتی نوکر کی حیثیت قبول نہ کریں گی۔ اس حقیقت کے ثبوت کے لئے کچھ ایسے گھروں کا تجربہ کیا جاسکتا ہے جہاں خاتون خانہ خود کفالت کی منزل تک پہنچ کر اپنے معاملات میں اپنے فیصلے کرنے کی قوت حاصل کر چکی ہے۔

کوئی انسانے یانہ مانے، یہ ہے وہ قیامت خیز صورتِ حال جو اس مسلم معاشرے نے اسلامی طرز زندگی کے نام پر اپنی خواتین پر مسلط کر کی ہے۔ اور ایک نہایت مظہم اجتماعی انداز میں اس کی پرده پوشی کی جاتی ہے جس میں لفاظی اور چالپوسی ملی منافقت سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ فرعون بن کر اس کے آگے خوارک و پوشک ایک احسان کے طور پر پھیلتے ہیں۔ یہ بد بخت باہر کی دنیا میں جو چاہے کرتے پھرتے ہیں۔ جب کہ اسی دنیا کو اپنی عورتوں کے لئے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ یہ بد بخت طلاق کا حق بھی صرف اپنے لئے ہی مخصوص رکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ خلع لینے کے لئے عدالت سے رجوع کرنے کی طاقت اور وسائل ۹۵ فیصد عورت کے پاس موجود ہی نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی خوب اور اک سے کہ معاشر تو یہ خود کماتے ہیں، اس لئے عورت ان کی دست گرفت ہے۔ اور اسی لئے وہ بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتی۔ اگر جائے گی تو کھائے گی کہاں سے؟ اور اسے اپنی عزت گنوادی نے کا خوف دامنگیر ہو گا۔ یعنی عورت کی ذات اور خصیت کو اس قدر تھاچ اور حقیر بنا دیا گیا ہے کہ وہ ایک محبو پھنس بن کر رہ گئی ہے اور مرد کے اشاروں کی غلام۔ اور اس کے ہاتھوں عزت کے لٹ جانے سے خوفزدہ۔۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ بچے بھی عورت کی مجبوری میں جاتے ہیں۔ اور وہ ان کی خاطر بھی مرد کی غلامی سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکتی۔ اس نکتے میں بھی پچھے فیصد حقیقت تو موجود ہے، لیکن یہ سراسر درست بھی نہیں ہے۔ جہاں گھروں میں عورتوں کی حیثیت کنیزوں کے برابر کردی گئی ہے وہاں انہیں بچوں سے بھی کوئی محبت باقی نہیں رہتی۔ اور وہ بے بس و بے کس رہ کر اپنے لئے ایک آزاد زندگی کا خواب دیکھتی رہتی ہیں۔ اور اپنی زندگی بھر کی ناتمام حرثتوں پر آنسو بھاتی رہتی ہیں۔ کیا ایسا معاشرہ غیر اسلامی یا غیر قرآنی نہیں ہے؟ ذرا سوچ کر جواب تلاش کریں۔ کیا ہم سب اللہ تعالیٰ کے حکم: "یا اُیہا

الذین آمنوا کُنُوا قَوْا مِنَ الْقُسْطِ "کی صریح خلاف ورزی میں زندگی نہیں گزار رہے؟ کیا عورت کے ساتھ قطعیتی انصاف قائم کرنا ہماری سرشنست سے ہی غائب نہیں ہے؟ کیا ہمارے نکاح و طلاق کے قوانین سب کے سب غیر قرآنی نہیں ہیں؟ کیا ہمیں چودہ سو سال کی عرب پلچر کی غلامی کے بعد اپنے عائلی قوانین میں جو ہری تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا ہمیں اب عورت کو مرد کے برابر حقوق دے کر خود کو اللہ کی نظر میں "قَوْا مِنَ الْقُسْطِ" کی صفت میں لے آنے کی ضرورت نہیں ہے؟

تیزی سے بدلتے ہوئے اس قدمی، زنگ خوردہ معاشرے میں، عورت کو بھی اپنی فیملی اور اپنی زندگی کے لئے آزادانہ فیصلے کرنے کا حق دینا اب وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ معاشرے میں بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں شہروں کی ہر فیملی کو رشت میں ہر ماہ ہزاروں کی تعداد میں خواتین کی جانب سے طلاق یا خلخال کی درخواستیں لگ رہی ہیں۔ اور ہر کیس کا فیصلہ تصفیہ پر نہیں بلکہ علیحدگی پر ہوتا ہے۔ غالباً اکثریت اُن کیسوں کی ہے جہاں شادی کو ابھی چند روز، چند ہفت، یا صرف چند ماہ ہی ہوئے ہوتے ہیں اور عورت کی جانب سے علیحدگی کا مطالبہ کر دیا جاتا ہے۔ اس میں بے شک ہمارے مردانہ تقلب رکھنے والے معاشرے کے لئے پیش آگئی اور سبق ہے۔ کیونکہ اس سے یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نئے زمانے کی مسلم عورت اب مرد کی معاشری اور سوچیل برتری بلکہ فرعونیت کو مزید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ہمارا ذائقی تجزیہ و خیال یہ ہے کہ ہمیں وقت اب زیادہ دو نہیں ہے کہ ہمیں مغربی معاشرے کی قبول کردہ اُن شرائط کو تسلیم کرنا ہو گا جن کے تحت عورت کے حقوق کی از سر نو تحریض و تینین کردی گئی ہے۔ اور اُسے مرد کے مساوی ہی نہیں، بلکہ اُس سے بدرجہ برتاؤ حقوق عطا کر دیتے گئے ہیں۔ اب کوئی مرد عورت پر اپنی مرضی سلطنتیں کر سکتا۔ طلاق دینے والا مرد زر تلافی میں عورت کو اپنی جملہ املاک کا نصف ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ عورت کا بھی حق ہے کہ جب چاہے مرد کو اپنی زندگی سے باہر نکال پھینکے۔ مرد کے تشدد پر عورت صرف ایک فون کال پر اُسے پولیس کے حوالے کر سکتی ہے۔

وہ وقت اب غالباً گذر چکا ہے، یا گذر جانے والا ہے جب دو میاں یوپی، سوچل تقاضوں، فضول نو عیت کی فیملی روایات یا اولاد کی محبت میں، باہم سخت منافرت اور کشیدگی کا شکار ہوتے ہوئے بھی، ساتھ ساتھ پوری زندگی گزار دینے کے لئے مجبور پائے جاتے تھے۔ اور وہ زندگی سراسر تھکنگی اور محرومی کے باعث ایک جہنم کی زندگی سے کم نہ ہوتی تھی۔ یہ کیسی ظالمانہ پابندی تھی، اور اس اتحارٹی کی جانب سے عائد کی گئی تھی کہ جو مرد عورت کی تمام زندگیاں نگل جاتی تھی؟ مردوں پر بھر بھی باہر کی دنیا میں اپنی بہڑاں نکال کر گھر آیا کرتا تھا، لیکن عورت بیچاری تو گھر کی چار دیواری میں مجوس، گھشت گھشت کر سرجاتی تھی۔۔۔ جب کبھی عورتوں کے ایک تعلیم یافتہ طبقے نے اپنی انہی مجبوریوں کے خلاف آواز اٹھائی تو اسے اس مردانہ سلطنت والے بے رحم معاشرے میں بے حیائی اور غافلی کا مسئلہ بنا دیا گیا۔ اُن عورتوں کی کردار کشی کی جاتی رہی اور ان کی ذاتیات کو پارہ پارہ کیا جاتا رہا۔ مردوں کی اس دنیا میں عورت کا اپنے لیے آواز اٹھانا ایک بہت بڑا جرم ہنا دیا گیا، جس کی پاداش میں اُس پر بدنگی اور مذہبی فتلہ تھوپ دیتے جاتے رہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ آگ اب بھی موجود ہے اور اندر رہی اندر تیزی سے بہڑک رہی ہے۔ اگر اس معاشرے نے اپنی اصلاح نہ کی تو یہ آگ اس کی خوبی سے تکوچلا کر رکھ کر دینے والی ہے۔ قلم پر قائم معاشرے اندر سے غلاظت اور تغفیر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور سیرت و کردار ہوتے ہیں کیا نے پرتاہ و بر باد شدہ ہی گردانے جاتے ہیں، خواہ ان کی بیرونی چک دک کی حد تک قائم بھی رہ گئی ہو۔ کیا اپنی نصف بہتر اور محترم تر آبادی کو غلام بنانیے والے ہمارے بے رحم معاشرے کا بھی ایسا ہی متعفن احوال نہیں ہے؟

فہم قرآنی آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی پختہ کیوں نہ ہو سکی؟

یہ سوال فہم قرآنی کے متعلق کیا گیا کہ اگر عقل انسانی اور مجموعی ارتقا یہ شعور ابھی اس مقام تک نہیں پہنچا کہ قرآن کا احاطہ کر سکتے تو کیا چودہ سو سال پہلے عرب بد و کا شور اس طبقہ تک تھا کہ قرآن سے مستفید ہو سکے اگر نہیں تو پھر زوال قرآن ایک عبث فعل ہوا۔۔۔ اس جدید دور میں بھی قرآن کا فہم ممکن نہیں تو چودہ سو سال پہلے قرآن تازل کرنے کا مقصد۔۔۔ بلکہ اس لحاظ سے تو فرآن آج سے بھی چودہ سو سال بعد تازل ہونا پاپیے تھا؟؟؟

بات دراصل اس طرح بھی جائزی ہے کہ قرآن دراصل انصاف اور مساوات کے ساتھ زندگی گزارنے کی ایک آئینہ یا لوگی یا فلاسفی ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے اہل عقل و علم، اہل تدبر، اہل تفہم اور مفکرین ہی کو ایسا فائدہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے واشکاف الفاظ میں بتایا ہے کہ یہ "القوم یتفکرون، القوم یتدبرون، القوم یفقهون، القوم یعلمون، اور لاولی الالباب" ہے۔ چودہ سو سال قبل بھی اور آج کے زمانے میں بھی ہر قوم میں آئینہ یا لوگوں جو ایسا فرط ایک مخصوص طبقہ ہوتا ہے جنہیں دانشور طبقہ کہا جاتا ہے۔ عوام کی اکثریت ہر قوم میں ہی کسانوں، درکروں، ہنرمندوں، کارگروں، خدمتگاروں، معمولی اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں پر مشتمل ہوتی رہی ہے۔ صرف حال ہی میں وہ دور آیا ہے جب کچھ مغربی ممالک میں تعلیم کا تناسب اکثریت کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ اور وہاں عوامی طبقے میں بھی عقل و فکر اقبال سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ زیادہ تر دنیا میں اور حتیٰ کہ مغربی ممالک میں آج بھی بڑی بھاری تعداد میں وہ لوگ ہیں جو صرف اپنا کام کرتے ہیں، اجرت حاصل کرتے ہیں، کھاتے پتے ہیں، اچھا نام گزارتے ہیں، اور سوکرائیں دن پھر تازمہ دم اٹھ کر ڈیوٹیاں سنبھال لیتے ہیں۔

کسی آئینہ یا لوگی کو ایک مخصوص طبقہ سمجھ لیتا ہے۔ پھر وہ اسے نافذ کرنے کے لئے پارٹی تکمیل دیتا ہے، سیاسی جدوجہد کرتا ہے اور سرکش قوتوں کے خلاف خوزین محاذا آرائی کے بعد قوت حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس طرح اس آئینہ یا لوگی کو نافذ کرنے کی پوزیشن حاصل کر لیتا ہے۔ پھر عوام کے لئے وہ آئینہ یا لوگی بطور اسٹیٹ کے آئین و قانون کے نافذ کردی جاتی ہے، اور اس طرح تمام عوام اسی آئینہ یا لوگی کی چھتری کے نیچے خود بخود آ جاتی ہے۔ اب اس طریقے سے نہ ہر ایک شخص کو آئینہ یا لوگوں کو نافذ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ ہی غور و فکر کرنے کی۔ وہ خود بخود اس آئینہ یا لوگی کی رو روح کو سمجھے بغیر اس کے ثرات سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طریقے کار کے ثبوت کے لئے حالیہ دور میں کیونزم کی آئینہ یا لوگی کی مثال لے لیں جس کا پھیلاو اور نفاذ بالکل اسی مثال کی مانند ہوا جو آپ پر ابھی واضح کی گئی۔

یہی ہوا قرآن کے ساتھ بھی۔ پیارے نبی اور ان کے رفقہ جو اکابرین ملت بننے، نظریے کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ انہوں نے ایک سخت جدوجہد اور معرکہ آرائی کے بعد اسے نافذ کرتے ہوئے ایک اسٹیٹ قائم کر دی۔ تمام عوام کو اس کے ثرات ملنے شروع ہو گئے۔ انہیں کوئی ضرورت نہیں پڑی کہ اس کی فلاسفی کی گہرائیوں کو سمجھتے۔ اس کے بغیر ہی انہوں نے اس کے مطابق

زندگیاں گزارنی شروع کر دیں کیونکہ وہ میٹ کا قانون بن چکا تھا۔ امید ہے بات یہاں تک سمجھ آگئی ہوگی۔
 اسلام کے ساتھ بھی وہی ہوا جو ماقبل کے مذاہب کے ساتھ ہوا۔ اسے پیارے رسول کی رحلت کے صرف ۳۲ سال بعد یہ صفحہ ہستی سے غائب کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک بنادی، خواہش پرستانہ اور خود غرضیوں پر مبنی مذہب گھر کرنا فائدہ کر دیا گیا۔ اس دنبر کے مذہب کو منوانے کے لئے بے رحمی سے توارک استعمال کیا گیا اور خاندانوں کے خاندان تہہ تقخ کر دیئے گئے۔ قرآن کو اس کی گہرائیوں سے جانے والا کوئی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ یہ ظالم ڈیکھنے کا اتنی خوفناک تھی اور اس کی گرفت اتنی طویل کہ عوام اسی کے راغب میں رنگے جانے پر مجبور ہو گئے اور ان کی نسلیں آج بھی اسی دونبُری کو دین گھمٹی ہیں جو ان کے آبا و اجداد پر توارکے زور پر ٹھوٹ دیا گیا تھا۔

قرآن کی حقیقت کو جانے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں، لیکن جان کے خوف سے خاموش رہے اور ان کی آواز کی بازگشت تک دبادی گئی۔ آج بھی وہی استعمال جاری ہے۔ مولوی مافیا کے ذریعے ہر حق کی آواز کو اٹھنے پر یا اٹھنے سے قبل ہی دین سے انحراف یا توہین کا الزام لگا کر نیست و تابود کر دیا جاتا ہے۔

دنیا پر سرمایہ دارانہ طبقے کا تسلط ہے۔ دین حق کو سمجھنے اور سمجھانے والوں پر یہ طبقہ حاوی ہے اور ان کے لئے گھوٹ دیتا ہے۔ یہ طبقہ قرآن کو دونبُر کی تقاضی اور تراجم سے سمجھنے پر ہی مجبور کئے رکھتا ہے کیونکہ اسی میں اس طلاق تو رطیقے کی بقا اور اقتدار ہے۔ قرآن کی اقدار قرآن کے بغیر بھی ہر انسان کے اندر ورنی وجود میں ثابت ہیں۔ ان اقدار کو صفاتی خداوندی کہتے ہیں۔ روح خداوندی جو فتح روح کی اصطلاح کے مطابق ہر بچے کی اندر ورنی ذات میں رحم مادر میں تکمیل پاتے وقت ثابت کر دی جاتی ہے۔ ہر انسان یا اقدار انسانی اوصاف کی حیثیت میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن بوجوہ وہ انہیں مکمل یا جزوی طور پر بھی عمل پذیر نہیں کر سکتا۔ راہ میں بے شمار کا ڈیں اور ظلم و جرم موجود ہے۔

ان سب حقائق کی موجودگی میں یہ سوچنا بے کار ہے کہ قرآن کیوں چودہ سو سال قبل آیا تھا۔ اگر یہ آج بھی آجاتا تو قابض سرمایہ دار طبقہ پورا زور لگادیتا کہ اس کا وہی حشر کر دے جو چودہ سو سال قبل کیا تھا۔ چودہ سو سال سے بہت قبل بھی اللہ کی کتابیں آتی رہی ہیں۔ کیا وہ بھی قبل از وقت ہی آگئی تھیں؟ نہیں۔ کتابوں کی آمد کے باوجود دنیا میں یہ کھکھل جاری رہے گی کہ انسان قرآنی اقدار کو زندہ کرنے کی کوششیں کرتا رہے گا۔ اور انسانی شیاطین یعنی قابض سرمایہ دار طبقہ انہیں ختم کرنے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔ آگ اور خون کے دریا یونہی بہتے رہیں گے۔ اور ان اتنا لاو میں انسانوں کو اپنی ارتقائے ذات کے بہت سے مواقع طلتے رہیں گے۔ ان میں خوش بخت وہ ہوں گے جو اعمال صالح کے ذریعے اپنا شوری ارتقا مکمل کر کے اپنی آخرت سنوار لیں گے۔ اور جو حیوانی وجود کے مادی تقاضوں سے مغلوب ہو جائیں گے وہ خاسرو نامزادی مر جائیں گے۔ اور اس قسم کے لوگ بہت بڑی اکثریت میں ہوں گے، جیسا کہ ہم اپنی دنیا میں چاروں طرف دیکھتے ہیں۔

قارئین کرام: آپ سالانہ زیرِ رکت جازیکش نمبر 0301-3300544 پر با آسانی ادا کر سکتے ہیں۔

اسلامی نظام میں صاحبِ اقتدار کوئی نہیں ہوتا

ظلم کی قوتیں ہر معاشرے میں اس طرح کے نظریات کو پروش دیتی ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس میں موجود شر اور ظلم کو منایا نہیں جاسکتا۔ اس لئے شریف آدمی کے لئے بہتر یہی ہے کہ اس دنیا سے کنارہ کش ہو جائے۔ اگر کسی کا قلب حس سے ہے، اس کے اعصاب کمزور ہیں، ذہن بہت نار سا ہے تو ایسے شخص کو یہ فلسفہ معاشر کر دیتا ہے۔ گوتم بدھ سے لے کر آج تک لاکھوں کڑوؤں لوگ اسی فلسفے سے متاثر ہوئے اور انہوں نے دنیا کو تیاگ کے اپنا مستقبل تاریک کیا۔ عیسائیت کی صحیح تعلیم بھی بے بس رہنے کی نہیں بلکہ ظالم کا ہاتھ مڑوڑنے کی تھی۔ لیکن سینٹ پال نے جو عیسائیت پھیلائی اس میں وہی بے کسی، مظلومی اور بے چارگی کی تعلیم تھی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ قومیں ظلم پر میں معاشروں میں کبھی نہیں پنپ سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن جو ذہن بناتا ہے اور جو قوم پیدا کرتا ہے، وہ قوم ظلم کے مقابلے کے لئے سینہ پر ہو کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ حضور نے اپنے دور مبارک میں مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہونے کے فوری بعد ایران اور روم ایسا پڑکوان میں بننے والے مظلوموں کی حمایت میں خطوط ارسال کئے اور خلافت راشدہ کے دور میں بھی ایک وسیع و عریض خطہ کے لوگوں کو ظلم سے نجات دلا کر ان کو امن و امان کے معاشرہ میں داخل کیا۔ اسلامی ریاستیں قائم رہتیں تو دنیا کی حالت ہی دوسری ہوتی۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ملوکیت کے غلبہ کی وجہ سے اسلامی نظام کا تصور ہی اس طرح آنکھوں سے اوجھل ہوا کہ پھر کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ موجودہ دور البتہ اس معنی میں برا خوش بخت ہے کہ اس دور میں تحریک طلوع اسلام نے اسلامی نظام کا تصور اس طرح واضح کر دیا کہ اب اس نظام کے قیام اور اس کے نتائج و ثمرات سے اکثر لوگ آگاہ و باخبر ہو گئے ہیں۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ہم نے یہ موقع بھی گتوادیا اور آج ۲۰ سال بعد بھی پاکستان اس نظام کی طرف نہیں آسکا۔ قرآنی مملکت کا آئین صرف قرآن ہوتا ہے۔ قرآن انسانوں کو قانون سازی کا اختیار ہی نہیں دیتا کیونکہ یہ قانون سازی کا اختیار ہی دنیا میں ظلم و تعدی کو فروع دیتا ہے۔ اس لئے اسلامی نظام کا آئین بنانا جائز نہیں ہے۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ ہمارے پاکستان کے آئین کا تو پیشتر حصہ قرآن کے خلاف ہے۔ اس آئین کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس نام کے اندر خود قضاہ موجود ہے۔ کیونکہ جمہوریت اور اسلام خود ایک دوسرے کے متفاہ نظام ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی اسلامی سو شلزم یا اسلامی کیوں زم کہہ دے۔ اسلام کا ایک الگ منفرد نظام ہے جس میں قانون کا سرچشمہ قرآن ہے جبکہ جمہوریت کا قرآن سے کوئی تعلق ہی نہیں، اس میں قانون کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں۔ جمہوریت کا سب سے بڑا قسم یہ ہے کہ اس میں مستقل اقدار نہیں ہوتیں، اور یہ اتنا بڑا قسم ہے جو کسی طرح دو نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں جوبات ۵۱% لوگ کہہ دیں وہ ہی حق بن جاتی ہے۔ فرض کیجئے آج کسی بات پر ۵۲% فیصدی لوگ متفق ہو جائیں اور ایک قانون وضع کر لیتے ہیں تو وہ قانون حق ہوتا ہے، ایک یادو سال بعد اس ۵۲ فیصدی لوگوں میں سے ۴ فیصدی لوگ الگ ہو کر دوسری پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں، اور ایک قانون اس سابقہ قانون کے بالکل

تے ہیں تو یہ موجودہ وضع شدہ قانون حق قرار دیا جائے گا۔ انسانوں کو قانون سازی کا اختیار دیے کی بدترین مثال یہ مالک میں ہم جس پرستی جیسے شائع فعل کو جائز قرار دے دیا گیا ہے۔

مگی واضح رہے کہ جمہوریت کوئی نظام زندگی نہیں ہے۔ اس کا کوئی تعلق نظام سے نہیں ہے۔ کسی بھی نظام میں ایک مقصر نور پر ہوتا ہے۔ سارا نظام اس مقصد حیات کے گرد گھومتا ہے اور کوشش اس مقصد حیات کو حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔

نے آج تک کیوں زم کے علاوہ کوئی نظام وضع ہی نہیں کیا اور کیوں زم کا انجام اور اختتام آپ کے سامنے ہے۔ وہ آپ نے لے سامنے ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارے پڑوی ملک بھارت میں 70 سال سے جمہوریت رانچ ہے۔ وہاں جمہوریت نے ان ت، ان کے نظریات، ان کی تہذیب دروایات کو قطعاً تبدیل نہیں کیا۔ آج بھی وہاں سب لوگ ذات پات، بت پرستی، [Trans-migration] کے قائل ہیں۔ جمہوریت صرف حکومت چلانے کی مشینی تک محدود ہوتی ہے۔ جس دن جمہوریت عوام میں سرایت کر گئی، اس دن ہندو اسلام خود تم ہو جائے گا اور برہمن اور شودا ایک جیسے ہو جائیں گے۔

دوریت کی تعریف [Definition] تو یہی ہے کہ اس میں اکثریت اقلیت پر حکومت کرتی ہے۔ لیکن عملاً حقیقت بالکل ہوتی ہے۔ اکثریت جس چھوٹے سے ٹول کو بر اقتدار لاتی ہے۔ وہ اقتدار میں آکر بالکل مادر پر آزاد ہو جاتا ہے، باہتے ہیں قانون بناتے ہیں، اکثریت ان کا کچھ نہیں بگاڑتی۔ اس مختصر سے ٹولہ میں مختلف پارٹیوں کے لوگ شامل ہی، قانون بناتے ہیں جو ان کے فائدہ کا ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی کرپشن کو چھپاتے ہیں اور مل کر ملک کو لوٹنے متعلق عوام سے نہیں ہوتا۔ ان کے مفادات عوام کے مفادات سے بر عکس ہوتے ہیں۔ یہ بات بھی عقولاً قرین قیاس سے شخص اپنے مفادات سے چشم پوشی کر کے عوام کے مفاد کو پیش نظر رکھے گا۔ جس ملک میں بھی جاگیردار ہوں گے وہ اس کے مفاد میں قانون بنائیں گے۔ یہ بات بھی پیش نگاہ رکھیں کہ جمہوریت اور سرمایہ داری کا چولی داں کا ساتھ دیکھیں گے کہ جمہوریت میں سرمایہ دار طبقہ ہی اقتدار میں آتا ہے۔ غریب آدمی تو اقتدار کے قریب بھی نہیں سرمایہ دار طبقہ ہی بر اقتدار ہوتا ہے، اس لئے وہ ہمیشہ وہی قانون وضع کرتے ہیں جس سے سرمایہ داری کو تحفظ مل دے جمہوریت کی ماں تصور کیا جاتا ہے۔ آپ William the conqueror 1066 عیسوی سے آج تک کا جائزہ منٹ میں کبھی کوئی دھوپی، ڈرائیور، کسان، مزدور دوٹ لے کر نہیں آسکا۔ جمہوریت میں سرمایہ داری کی تمام لعنتی، وجاتی ہیں۔

ے آئین میں ایک براستم یہ ہے کہ اس میں فرقہ بندی اور سیاسی پارٹیوں کی اجازت دی گئی ہے جو قرآن کی رو سے (30)۔ ہمارے آئین اور پارٹیوں کو مقدس کہا جاتا ہے، حالانکہ ان دونوں چیزوں میں کوئی تقدیس نہیں ہے۔ یہ بنائے ہوئے ہیں۔ آئین میں جو ترمیمات [amendments] اپنے مفادات کی وجہ سے کی جاتی ہیں، وہ خود ہے کہ آئین مقدس نہیں ہوتا۔ جو چیز مقدس ہوتی ہے اس کا ایک ایک جز مقدس ہوتا ہے۔ اس میں کوئی روبدل ہمارے آئین کے متعلق تو خود سابق صدر جرzel ضیاء الحق فرمایا کرتے تھے کہ آئین کی کیا حقیقت ہے، میں جب سکتا ہوں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب مارشل لاء لگایا جاتا ہے تو پورے ہی آئین کو Abrogate کر دیا

جاتا ہے۔ اس وقت اس کا تقدس کہاں ہوتا ہے خود انسانوں کی بنائی ہوئی کوئی چیز مقدس نہیں ہوتی خواہ وہ کتنے ہی بڑے بڑے "اویاء اللہ" نے بنائی ہو۔ جہاں تک پارلیمنٹ کا تعلق ہے، تو پارلیمنٹ کی عمارت، اس کے Benches، اس کا Sound System کا نام نہیں ہے۔ بلکہ پارلیمنٹ اس کے ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس پارلیمنٹ کے ممبراں کی جو سیرت و کردار ہے وہ آپ کے سامنے ہیں۔ عوام کے نمائندگان کا یہ ٹولہ خود ایک دوسرے کو آپس میں لٹیرا، لوٹا، بکا ہوا کہتے ہیں۔ اور اخباروں میں یہ بیانات چھپتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں ایک مرتبہ جب انہوں نے ایک دوسرے کو لوٹا کہا تو ایک معزز ممبر نے فرمایا کہ پارلیمنٹ میں صرف لوٹنے ہیں لوثیاں بھی موجود ہیں۔ اس نظر پر پارلیمنٹ میں تہقہ لگایا گیا حالانکہ یہ بات آنسو بھانے کی تھی۔ اس رسالہ صوت الحق کا تعلق نہ عملی سیاست ہے نہ کسی پارٹی یا کسی فرد سے ہے، اس وجہ سے یہ کسی پرانگلی نہیں اٹھاتا۔ جو چند فقرے تحریر کے گئے ہیں یہ کوئی ثقیل چیزیں نہیں ہیں۔ یہ چیزیں سب رات دن ہمارے سامنے ہیں۔ اخبار میں ان کی روپورٹیں، ٹی وی پر ان پر پروگرام بھی موجود ہیں۔ پھر آپ خود اندازہ فرمائیں کہ ان حضرات پر مشتمل پارلیمنٹ کتنی مقدراً ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا اس رسالہ کا کوئی تعلق عملی سیاست سے نہیں ہے، اس میں صرف قرآنی حقائق سامنے لائے جاتے ہیں اور اس فرض کی ادائیگی میں ادارہ صوت الحق کسی بھی تقيید سے نہیں ڈرتا، اور قرآن جس کا مادی و مصادر ہو تو پھر وہ کوئی لٹپٹی نہیں رکھنا۔ پاکستان جس نازک دور سے گزر رہا ہے اور اس کے لیڈر جو کردار ادا کر رہے ہیں وہ سب آپ کے سامنے ہے۔ ان کے کردار کو قرآن کے تناظر میں دیکھنا اس لئے ضروری ہے تاکہ پاکستانی عوام اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اور اس لئے بھی کہ قرآن کتاب ہدایت اور سچشہ ہدایت ہے۔

اسلامی نظام میں صاحب اقتدار کوئی نہیں ہوتا۔ یہ وہ نظام ہوتا ہے کہ جس میں مملکت قرآنی قوانین کو جاری کرنے کا صرف ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کا اپنا اقتدار نہیں ہوتا۔ جو حضرات یہ قوانین جاری کرتے ہیں ان میں کا ہر شخص سب سے پہلے کہتا ہے کہ آنا اولُ الْمُسْلِمِینَ (163-6) میں سب سے پہلے ان قوانین و احکامات کے سامنے ستر تلیم ختم کرتا ہوں۔ اللہ کہ جس کے اختیار و اقتدار پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے وہ خود اپنے متعلق فرماتا ہے سُكَّتَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةِ (12-6) ہم نے اپنے اوپر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے وَلَئِ تَجَدَ لِسْنَةُ اللَّهِ تَبَدِيلٌ (33-62) تم ان پابندیوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ اسلامی نظام چلانے والوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے، کہ نظام جو پابندیاں عائد کرتا ہے وہ ان پابندیوں کو بھی نہ توڑیں۔

اسلامی نظام میں عوام اور لیڈروں کو یہ حکم ہے یَا إِنَّمَا الَّذِينَ أَمْنُوا لَا تَقُولُوا رَأَعْنَا وَ قُولُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوا (104-2) قدم قدم پر سر برآہ مملکت کو یہ نہ کہو کہ فلاں معاملہ میں ہماری رعایت کرو یا نہیں Concession دو بلکہ سر برآہ مملکت سے یہ درخواست کرتے رہنا کہ اُنْظُرْنَاهُ ہمارے اور پر اچھی طرح سے زگاہ رکھئے، تاکہ ہم اپنے فرائض بخوبی انجام دیتے رہیں اور ان کی ادائیگی میں کوئی کندہ ہے۔ سمعنا 93-2، ہم سنتے ہیں۔ سماعت کے اندر اطاعت بھی شامل ہوتی ہے۔ حضور نے اسلامی نظام قائم فرمایا اور وہ خود اس نظام کے سر برآہ تھے۔ قرآن نے ان کی کسی بھی غلطی پر ان کو دہرا عذاب مقرر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِذَا لَأَذْفَنَكَ ضَغْفَ الْحَيَاةِ وَ ضَغْفَ الْمَمَاتِ (75-17) تب تو ضرور چکھاتے ہم جھوکو دو گناہ زندگی میں اور دو گناہ مرنے میں (حضرت شیخ الہند) تفسیر تدبیر قرآن میں اس آیت کے ذیل میں تحریر ہے "ضَغْفَ

الْحَيْثُ وَضَغْفَ الْمَهَامَات ”میں ایک مضاف مخدوٰف ہے، یعنی یہ گئے عذاب کی دھمکی رسول کے درجے اور مرتبہ کے اعتبار سے ہے۔ جن کے مرتبے جتنے اوپر ہوتے ہیں، اسی اعتبار سے ان کی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں اور اسی اعتبار سے ان کی گرفت بھی ہوتی ہے اگر وہ کوئی غلطی کرتے ہیں۔ جلد ۲۶ ص ۵۲۹

صرف رسول اللہ کو دے گئے عذاب کی دھمکی نہیں دی گئی بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ان کی ازواج مطہرات کے لئے بھی دو گنا عذاب مقرر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ **يَنِسَاءُ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنْ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَ يُضْعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضَغَفِينَ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا** (30-33) اے نبی کی عورتوں تم میں جو بے حیائی کا کام کرے صرتوں اس کو دو گنا ہو عذاب اور یہ اللہ پر آسان ہے (ترجمہ شیخ ابن حنبل)۔ اس آیت کے حاشیہ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے تحریر کیا ہے ”بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر بالفرض تم سے کوئی بداخلاتی کا کام ہو جائے تو جو سن اور وہ کام پر ملتی ہے، اس سے دو گنی سزا ملے گی اور اللہ پر یہ آسان ہے۔“ آپ ملاحظہ فرمائے ہیں کہ قرآن کے تناظر میں سربراہ مملکت اور اس کی ازواج کی سزا عام شہری سے دو گنی ہے۔ ہمارے پاکستان کے ”مقدس اسلامی آئین“ میں سربراہ مملکت کو سربراہی کے دوران immunity حاصل ہوتی ہے۔ اسے سربراہی کے دوران یہ استثناء اور و خصت ملی ہوتی ہے کہ اگر اس سے کوئی جرم [Crime] سرزد ہو، تو اس کی گرفت نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔

لیدروں کے متعلق ہم نے دو چیزیں تحریر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ لیدروں کے پابند ہونے چاہئیں اور دوسرا یہ کہ سربراہ مملکت خود اور اس کی ازواج کی سزا میں دو گنی ہوئی چاہئیں، یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ قرآن میں سزا میں بدنی ہوتی ہیں Corporal - ہمارے اس دور میں لیدروں کی سزا میں انہیں قید کرنا اور گھر میں قید کرنا [House arrest] ہوتی ہیں، جس میں انہیں ساری سہوتیں میسر ہوتی ہیں۔ انہیں وہ سہوتیں میسر ہوتی ہیں جو ہمارے ہاں عام لوگوں کو اپنے مکانات میں میسر نہیں ہوتیں۔ اسی لئے ان پر سزا کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لبی لبی طویل سزا میں بھکتے کے بعد وہ جب نکلتے ہیں تو آئندہ جرائم کرنے کے لئے تازہ دم ہوتے ہیں۔

قرآن نے اچھے لیدروں کی پیچان یہ بتائی ہے **مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُنْ مُهْتَدُونَ** (21-36) جو تم سے کوئی صلنہ نہیں مانگتے اور وہ خوبی را راست پر ہوں۔ لیدروں میں پہلی چیز تو یہ ہوئی چاہئے کہ وہ کسی قسم کے معاویہ یا صلک کے خواہشمند نہ ہوں۔ معاویہ اور صلک کی تو دسیوں صورتیں ہوتی ہیں نہ ان کو گناجا سکتا ہے اور نہ تو لا جاسکتا ہے۔ تاہم اس میں سب سے نمایاں صورت مال و دولت کی ہوتی ہے، کم سے کم اس سے ہی وہ احتساب کرے اور وہ سری بات یہ کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہو۔ بڑی صاف اور سیدھی بات کرے، اس کی زندگی داغدار نہ ہو کہ اس کے ساتھ چلنے میں شرمندگی محسوس ہو۔ سیرت اتنی پختہ ہو کہ کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور وہ اپنی سیرت کو ایک اچھا لیدر ہونے کے ثبوت میں پیش کر سکے (10-16)۔

قرآن نے دھوکہ باز، فتنہ پرداز قسم کے لیدروں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ **وَكَذِلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرَ مُجْرِمَنِهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا** (123-6) اور ہم نے اسی طرح ہر شہر اور ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم قرار دئے ہیں (ایسے افراد کہ ہم نے جن کے اختیار میں ہر قسم کی قدرت دے دی تھی لیکن اس سے انہوں نے غلط فائدہ اٹھایا) اور آخراً کار ان کا معاملہ اس حد تک

پیغام کیا کروہ مکر کرنے (اور لوگوں کو دھوکا دینے) میں مشغول ہو گئے۔

قرآن طاغوتی نظام کے عائدین و قائدین کو اکابر مُجْرِ مُنِيَّہَا کہہ کر پکارتا ہے۔ قرآن کے نزدیک تو ہر غیر اسلامی نظام کے تمام شہری ہی مجرم ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے مجرم ہوتے ہیں کہ وہاں اللہ کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن وہ لیڈروں کو نصوصی طور پر مجرم قرار دیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اکابر مُجْرِ مُنِيَّہَا انتدار کے بھوکے ہوتے ہیں اور قانون سازی کے اختیار استعمال کرتے ہیں، معاشرہ میں حاکم بن جاتے ہیں۔ چونکہ حکومت کا حق خاص اللہ کے لئے مخصوص ہے، اس لئے یہ اللہ کے مقابل کر ٹھوک کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ ہم خود (اللہ کے مقابلہ میں) قانون سازی کریں گے۔

ایک مقام پر قرآن نے لیڈروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تَسْعَةُ رَهَبٌطٌ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُضْلِلُحُونَ (27-48) اور شہر [Capital city] میں نو (9) شخص ہیں جو ملک میں خرابی کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ حضرت صالح کے ساتھ تو مختصری جماعت تھی اور شروع میں انیاء کرام کے ساتھ مختصری جماعت ہوتی تھی۔ حضرت صالح نے گھبرا کر کھا اے پروردگاریہ ایک جم غیرہ ہے اس کی اصلاح کس طرح ہوگی۔ غلط را ہوں پر چلنے والے یا لوگ کس طرح اصلاح پذیر ہوں گے۔ کہا گیا کہ صالح اس کثرت سے نہ گھبرا دیے سب عوام ہیں۔ یہ جو ملک کے دارالخلافہ میں نوبد معاش رہتے ہیں، وہ وہاں بیٹھ کر یہ ساری سازشیں تمہارے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ ان نوبد معاشوں نے سارا نظام بگاڑا ہوا ہے۔ اس قوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان نوبدروں کو درست کرو، ساری قوم درست ہو جائے گی۔ آیت میں جو لفظ رہب ط آیا ہے۔ اس کے معنی ایک شخص بھی ہے اور اس کے معنی قبیلے اور پارٹی کے بھی ہیں۔ تاریخ کا یہ عجب اتفاق ہے کہ حضورؐ کے مخالف بھی نوآدمی تھے جن کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ان کے نام یہاں لکھنا مضمون میں طوالت کا باعث ہو گا اس لئے وہ نہیں لکھتے۔ ان نو اشخاص میں سے آٹھ تو بدر میں مارے گئے صرف ایک ابواب رہ گیا۔ تاریخ کا دوسرا اتفاق یہ ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جب تحریک چلی تھی اس تحریک میں بھی ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف نو پارٹیاں (وہ ط) تھیں۔ جنو ستارے کہے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں C.B.C کا ایک مشہور جرئت تھا جو ساؤ تھ ایشیا کو cover کرتا تھا، اس کا نام Mark Telly تھا۔ وہ اردو بہت اچھی لکھتا تھا اور پورٹوں میں اس کا جھکاڑ [Tilt] مخالف پارٹیوں کی طرف تھا تو بھٹو مر جنم نے اس کو سوال ستارہ کہا تھا۔ اس زمانے میں روز عصر کی نماز کے بعد حکومت کے خلاف ایک جلوں نکلتا تھا تو یہ مارک ٹلی بھی مسجد نیل گنبد میں آ کے بیٹھ جاتا تھا۔۔۔ جاری ہے

کیا ہمارا مطالعہ اتنا ہی ناقص ہے

تلاوت وحی کے اتباع کو کہتے ہیں، مگر اجماع سے پہلے مطالعہ ضروری ہے، اس لئے یہ بھی تلاوت میں ۱۵ مال ہوگا، قرأت یعنی قرآن پڑھنا بھی تلاوت کے اندر ہی آئے گا، مگر قرأت کے اندر تلاوت کا مغہبہ نہیں آتا کیونکہ تلاوت کا مطلب ہے پڑھ عمل کرنا ہے نہ صرف پڑھتے رہنا۔ آخر قرآن پاک سے یہ سلوک کیوں؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور ہم اس کو حق مانتے ہیں، اگر ہم اس کو حق مانتے ہیں تو ہم قرآن پاک کے حق کو کتنا فیصد جانتے ہیں 10 فیصد، 25 فیصد، 50 فیصد یا 100 فیصد، اگر ہمارا جواب فتحی میں ہے تو کیا ہمارا مطالعہ اتنا ہی ناقص ہے، اس کی کوئی تو خاص وجہ ہوگی، قرآن حکیم نبی اکرمؐ کو 23 سال کے عرصے میں سمجھا سمجھا کر پڑھا گیا، اور ہم نے اس کوئی چھوڑ دیا۔

تصوّف قدیم مذاہب میں [2]

پہلوی تصور

عیسائیت میں پہنچ کر تصور نے ایم منظم ملک [Organised Syestem] کی شکل اختیار کر لی۔ اب یا تا عده خانقاہیں قائم ہو گئیں۔ ان کے قواعد و ضوابط وضع ہوئے، ان میں داغلہ کی شرائط مقرر ہوئیں۔ ان کے اندر زندگی بسر کرنے کے طور طریق معین ہوئے، جن کی نہایت سختی سے پابندی لازمی ٹھہرائی گئی۔ اس ”روحانی ترقی“ کے لئے مختلف قسم کی ریاضتوں اور مشقوں کے زینے تجویز کئے گئے۔ جگہ جگہ مختلف اولیاء [Saints] نے اپنے مرکز قائم کئے اور اس طرح پورا مذہب تصرف کی آماجگاہ بن گیا، اب ہر مقام پر اس قسم کے الفاظ دہراتے جانے لگے کہ:

اگر تم حواس کے دروازے بند کر کے دل کی آنکھیں کھولو۔ اگر تم جسمانی لذائذ سے منہ موڑ کر روحانی کیفیات کا پیچھا کرو تو تم خدا کو اپنے سامنے بے نقاب دیکھ لو گے۔ جب آدم اور حوا کی جسمانی آنکھیں کھلی ہیں تو ان کی روحانی آنکھیں بند ہو گئی ہیں، لیکن ان کے بعد یہ نوع سُجَّع آیا کہ جن کی آنکھیں بند ہیں وہ دیکھنے لگ جائیں اور جو دیکھ رہے ہیں ان کی آنکھیں بند ہو جائیں، پس یاد کھو! حواس کی آنکھیں بند اور دل کی آنکھیں کھولنے سے خدا اور اس کا الگوتبا یا بے نقاب ہو کر سامنے آسکے گا۔ [ST: ORIGEN]

اس مقصد کے لئے ترکِ دُنیا، ترکِ علاائق، ترکِ خیالات، ترکِ آزو، غرض یہ کہ ”روحانیت“ کے سوا ہر شے کا ترک ضروری فرار پا گیا، اور حقیقت زندگی اُسے سمجھا گیا جس میں انسان ہر وقت ۔۔۔ گوش بند و چشم بند و لب بہ بند ۔۔۔ کی حالت میں مراقبہ میں بیٹھا، روز و سار اکانتات کے جلوے دیکھتا ہے۔۔۔ یعنی:

وہ عالم غیب، وہ دنیا نہ فور، وہ بلند سے بلند تر مقام جہاں سادہ، غیر متبدل اور مطلق حقیقتیں، باطنیت کی مفسر خاموشیوں کی نورانی قباؤں میں لپٹی ہوئی ہیں، ان کے جلوے دیدہ ظاہر میں سے نہیں دیکھ جاسکتے، انہیں دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے حواس کو بھی پیچھے چھوڑ دا اور عقل و خرد اور شعور و ادراک کو بھی، یعنی ہر اس چیز کو جو عقل و حواس کے ذریعے سمجھ میں آسکتی ہے خواہ وہ موجود ہے یا غیر موجود، سب کو چھوڑ دا اور اپنے آپ کو اس میں جذب کرنے کی کوشش کرو جو ان تمام حدود و قیود سے مادر ہے۔ یاد کھو! اگر تم میں ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی باقی رہی جن سے وہ مادر ہے تو تم اس نکل نہیں پہنچ سکو گے۔ اس کے نور کی شعاع کا کامل تاریکی میں نظر آیا کرتی ہے، کامل تاریکی میں۔ [DODRUS]

اس کے لئے ترکِ دُنیا مرشد کی اطاعت، خاموشی اور انکساری اولین شرائط ہیں۔ [ST.BENEDICT]، ان طریقوں سے،

ایک تارک اللہ نیاز اہل کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ:

اسے ایک نور کی چار دراڑھادی جاتی ہے۔ ان کے دل سے روشنی کی کرن پھوتی ہے جو اور زیادہ گپری اور تیز روشنی کی طراس کی راہنمائی کرتی ہے تا آنکہ وہ دریائے نور میں غرق ہو جاتا ہے۔ اب اسے اپنے آپ بھی کوئی اختیار نہیں رہتا۔ وہ دنیا داروں کی نگاہوں میں پاگل اور وحشی سانظر آنے لگتا ہے لیکن درحقیقت وہ حکیم نفس کی ستر لیں طکر رہا ہوتا ہے اور تمام اسرار و مرزا کے پردے اس کا آنکھوں سے اٹھتے جاتے ہیں، اور آخر الامر وہ خود حیثیت مطلق میں جذب ہو جاتا ہے [ST.MACARIUS]

خدا اور انسانی روح کے اس تعلق کو سینٹ [ORGEN] "عربی تعلق" کی اصطلاح سے تبریر کرتا ہے اور ان کے دوسرے ولی [SAINTS] بھی اسے "آسمانی رہن" [HEAVENLY SPOUSE] کہہ کر پکارتے ہیں، چونکہ اس طرح زندگی انزوا کی زندگی بر کرنے والے، عوام کی نگاہوں میں بے حد مقبول اور واجب اتعظیم قرار پاتے تھے۔ ان کی پرستش ہوتی تھی، اس لئے رفتہ رفتہ لوگ فوج درفعہ اس مسلک کی طرف بڑھنے شروع ہو گئے چنانچہ چوتھی صدی میں سویں میں حالت یہ ہو گئی تھی کہ بستیاں خالی ہو رہی تھیں اور خانقاہیں آباد، شام اور فلسطین کے علاقے خاص بورپاں مشرب خانقاہیت کے مرکز تھے۔

خانقاہوں کی زندگی

ان خانقاہوں [Monasteries] کے اندر عبارت گزاری کے کیا طریقے تھے؟ ان کی تفاصیل خانقاہیت [MONASTRICISM] کے متعلق لٹریچر کے مطالعہ سے مل سکتی ہیں۔ ان لوگوں کی حالت عجیب تھی۔ اس قسم کی عبادات کا منتهی یہ سمجھا جاتا تھا کہ انسان اس میں اس درجہ مستغرق ہو کر کھانے پینے تک کا بھی ہوش نہ رہے۔ اس پر جذب و انہاک کا ایسا عالم طاری ہو کر وہ جس انداز میں خوب عبادت گزاری ہے، اسی انداز میں مہینوں پڑا رہے۔ اگر کھڑا ہے تو بیٹھے نہیں، بجداہ میں ہے تو اٹھے نہیں، جو جھکا ہے جھکا رہے، جو بیٹھا ہے بیٹھا رہے۔ مغرب میں تو اس قسم کی خانقاہیں اور ان خانقاہوں میں ایسی مرگ آفریں ریاضتیں باقی نہیں رہیں، لیکن مشرق میں ابھی تک ان کے آثار موجود ہیں۔ ہمایہ کی چوٹیوں یا غاروں میں آج بھی اس قسم کے مندر پائے جاتے ہیں جہاں سادھو، سنیاں اس قسم کی ریاضتوں میں محو ہوتے ہیں۔ کوئی ایک ٹانگ کے بل کھرا ہے۔ سکی نے ایک ہاتھ اوپر انھار کھا ہے اور وہ ہاتھ بالکل سوکھ چکا ہے، کوئی آسان کی طرف نکلنکی لگائے ہے اور آنکھ نہیں جھپکتا۔ کوئی لوہے کی بیٹیوں کے تختہ پر لیٹا ہے، کوئی آگ جلائے اوندھا لٹک رہا ہے۔ تبکی کچھ عیسائیت کی خانقاہوں میں ہوتا تھا۔

تاریخی اور اثری اکتشافات شاہد ہیں کہ ارض فلسطین اس قسم کے تھے خانوں اور غاروں سے پئی پڑی تھی۔ یہ غار عبادت گاہوں کے طور پر بھی کام آتے تھے۔ اور جب دیران ہو جاتے تو رینوں اور قرآنوں کی کمین گاہوں اور پناہ گاہوں کا کام بھی دیتے تھے۔ تورات میں ان غاروں کے متعلق اکثر اشارات لئتے ہیں۔ مثلاً قاضیون کی کتاب میں ہے:

اور مدیانیوں کا ہاتھ اسرائیل پر قوی ہوا، اور مدیانیوں کے سبب نبی اسرائیل نے اپنے لئے پہاڑوں میں کوہ اور غار اور مغبوط مکان بنائے۔ [قاضیون ۶/۳]

رائیں اپنی کتاب [Biblical Researches in Palestine] میں لکھتا ہے:

یہ ملک چاروں طرف سے غاروں سے پٹا پڑا ہے۔ یہ غاریں شیاد [حضرت داؤد کے زمانہ میں] کمیں گاہوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں [جلد دوم صفحہ 203]

جوز میفس اپنی مشہور تاریخ [Antiquities] کی جلد 14 باب 15 میں ان تھانوں اور غاروں کے متعلق لکھتا ہے کہ ان میں رہن اور قرآن پناہ لیا کرتے تھے، کوہ کارمل کی غاریں اس زمانہ کی مشہور عبادت گاہیں تھیں۔ کیت اپنے ”سائیکلوپیڈیا“ اوف بیلیکل لٹریچر، میں لکھتا ہے:

کارمل چونے کے پھر کا پہاڑ ہے اور جیسا کہ ایسی صورت میں اکثر ہوتا ہے، اس میں بڑی بڑی غاریں واقع ہیں قریب ایک ہزار سے بھی زیادہ۔ ایک خاص خطہ میں جسے ”راہوں کے غار“ کہا جاتا ہے، قریب چار ہزار غاریں ایک دوسرے سے ملتحم پائی جاتی ہیں۔ ان میں روشن دن بھی ہیں اور سوانے کی جگہ بھی۔ ان کے دروازے اس تدریج ہیں کہ ایک وقت میں صرف ایک آدمی ریک کراند رداخل ہو سکتا ہے پھر ان کے راستے اس قدر بریج خم ہیں کہ چار قدم کے بعد انسان نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ ... یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ کوہ کارمل کی غاریں زمانہ قدیم میں نبیوں اور دوسرے مذہب پرست لوگوں کی عبادت گاہ تھیں۔

ایک مشہور سیاح [BURCKMARDT] اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے:

کوہ کلات ابن معان میں طبعی غاروں کو ایسے راستوں سے باہم ملا دیا گیا ہے جو پھر کی چٹانیں تراش تراش کر بنائے گئے ہیں۔ ان کے اندر پانی کے حوض ہیں اور کم و بیش چھ سو نقوص کے رہنے کے لئے یہی غاریں تھیں جنہوں نے رفتہ رفتہ خانقاہوں کی شکل اختیار کر لی۔ اسی [Essenes] فرقہ مسلک رہبانیت کا سب سے بڑا اپریو تھا، مصر میں ان کی اس قسم کی خانقاہیں ان کے زہدا نزاکی زندہ شہادتیں تھیں۔

مشہور یہودی سوراخ فیلو [Philo] قریب 4 ق۔ میں ان کے متعلق لکھتا ہے:

ہر عبادت گاہ میں ایک مقدس حلقہ ہوتا ہے جسے مندر کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ساتھ خانقاہ جس میں راہب عالم بالا کے عجائب و غرائب کے کر شے دکھاتے ہیں۔ وہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے۔ حتیٰ کہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات تو زندگی کی چیزیں بھی نہیں۔ ان کے پاس صرف نبیوں کا مقدس کلام ہوتا ہے اور اس قسم کی اور چیزیں جن سے ان کے زہدو تقدیں میں اضافہ اور سمجھیں ہو۔ [Contemplative life].

قریب 250ء میں اسی قسم کی ایک خانقاہ عیسائی راہب پلوس نے جزیرہ طابینہ [Tabenna] میں قائم کیا: اس جزیرہ کی ہر خانقاہ میں یونانی لٹریچر کے ماہرین کی جماعتیں رہا کرتی تھیں۔ آہستہ آہستہ اسکندریہ سکو کے لوگوں نے بھی وہیں قیامت شروع کر دی۔ [امریکن سائیکلوپیڈیا۔ جلد 7]

یہ پہلی خانقاہ تھی، لیکن اس کے بعد خانقاہوں کی ترتوںج اس برق رفتاری سے ہوئی کہ تیسری صدی کے آخر میں ہر جگہ خانقاہیں دیکھائی دیے گئیں۔ چنانچہ [Rollin] اپنی کتاب ”تاریخ مصر قدیم“ [جلد دوم باب-2] میں لکھتا ہے

زیریں مصر کا سب سے بڑا عجوبہ اس کا شہر [OXYRINCHUS] تھا جبکی حالت یہ تھی کہ اندر اور باہر ہر جگہ راہب دکھائی دیتے تھے۔ شہر کی آبادی سے بھی زیادہ راہب، عام عمارات اور منادر سب خانقاہوں میں تبدل ہو چکے تھے اور ان کی تعداد سکونتی مکانات سے بھی زیاد تھی..... اس شہر میں بیس ہزار کنوواری راہبات اور دس ہزار راہب بنتے تھے۔

راہب اور راہبات کی اس قسم کی مخلوط زندگی سے، اور وہ بھی غاروں اور خانقاہوں کے خلوت کدوں میں، جس قسم کے نتائج فطری طور پر پیدا ہو سکتے تھے، ظاہر ہے، مثلاً طابینہ کی خانقاہ کے متعلق جس کا ذکر اور آپ آچکا ہے امریکن انسائیکلو پیڈیا [جلد ہفتم] میں ہے:

ترکِ دُنیا کے اس غلوکا نتیجہ یہ ہوا کہ شہوت پرستی جنون۔۔۔ یاس انگیزی اور خود کشی عام ہونے لگی، راہبوں کی جہالت اور مذہبی جنون سے بہت سے خود غرض لوگوں نے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنا آل کار بنا لیا۔

خانقاہوں کے فتنے

دنیاۓ عیسائیت میں [BUCK'S THEOLOGICAL DICTIONARY] ایک مستند صحیحہ تسلیم کی جاتی ہے، اس میں [Monks] کے عنوان کے تحت مصر کی تحریک خانقاہیت کے عروج کی داستان بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

تھوڑے ہی عرصہ میں تمام مشرق ہل انگار انسانوں کی جماعتیں سے بھر گیا جنہوں نے تمام دنیا دی علاقے سے قطع تعلق کر کے کرب و اذیت اور مصائب و نوائب کی زندگی اختیار کر لی تاکہ اس کے ذریعہ خدا اور عالم ملکوت سے قرب حاصل کیا جاسکے.....، لیکن کچھ عرصے کے بعد ان لوگوں کی شہوت پرستی ضرب المثل ہو گئی۔ نیز انہوں نے مختلف مقامات پر لوگوں کو مشتعل کر کے ہنگامے اور شورشیں برپا کرانا شروع کر دیں.....، مستند مصنفوں کی شہادتوں سے متوجہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ بالعموم ہل انگار، جاہل، آوارہ مزاج اور حدود فراموش عیش پسند واقع ہوئے تھے جن کی زندگی کا مطبع نکاہ تھوں، ہل انگاری اور عیش پرستی تھا۔

ان ”تارک الدنیا“ زاہدوں سے ایک دنیا نگاہ آرہی تھی:

لپٹ لپٹ کر مانگنے والے بھکاری، راہبوں کے لباس میں ہرگلی کوچہ میں آوارہ پھرتے دکھائی دیتے تھے۔ ہر قسم کی بد ماشی، فریب دہی ان کا شعار تھا۔ حتیٰ کہ جگ لوگ انہیں پناہ دیتے یہ انہیں بھی نہ بخشی..... جیروم کے اندازہ کے مطابق اس کے زمانہ میں اکیلے مصر میں [76000] راہب تھے..... یہ لوگ مذہبی جوش عقیدت کے نقاب میں بذریں سلب و نہب کی وارداتوں کے مرنگب ہوتے۔

[PROGRESS OF RELIGIOUS IDEAS . VOL;3 PAGE 249]

یہ خانقاہوں کی حالت تھی، ادھر کیساوں میں جہاں اسی رہبائیت کی دوری صورت پادریوں کے لباس میں جلوہ گرتی، حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ موشیم [Mosheim] مسکی دنیا کا بہت بڑا مستند مورخ ہے، وہ اپنی مشہور تاریخ میں تیسری صدی کے کلیساوں کے متعلق لکھتا ہے:

اکثر کی یہ حالت تھی کہ وہ آرام طلبی اور شہوت پرستی کی زندگی میں ڈوبے ہوئے تھے..... ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ان را ہبہ عورتوں سے جو عمر بھر جو درہنے کی تکم کھائے ہوتیں، تا جائز تعلقات قائم کرتے۔ ان خوبصورت راہبات کو اپنا شریک بستر بنایتا ان کے معمولات میں داخل ہو چکا تھا۔

یہ اعمال کی کیفیت تھی۔ اور عقائد کی یہ حالت کہ موشیم نہ کو روچتی صدی کے مذہب پرستوں کی متعلق لکھتا ہے:

ارض فلسطین اور دوسرے ولیوں کی قبروں کی زیارتوں کے لاءِ اطراف و اکناف عالم سے [لوگ چلے آتے، یہ سمجھ کہر کہ حقیقی نیکی اور تینی نجات صرف وہیں مل سکتی ہے۔ تو ہم پرستی کی لگام کو ذرا ڈھیلا کیجئے اور پھر دیکھئے کہ یہ کس طرح حدود فرماؤش و سعتوں تک پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ ان میں بیہودہ معتقدات اور لا یعنی رسمات کانت نئے دن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس سرز میں کی کی مٹی کو لوگ تبر کالے جاتے اس کے متعلق عقیدہ یہ تھا کہ یہ خبیث روحوں کے بداثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اکیرہ ہے۔ چنانچہ اس مٹی کی ہر جگہ بری بری قیمتوں پر خرید و فروخت ہوتی..... آہستہ آہستہ تو ہم پرستی عام ہوتی گئی جس سے مذہبی مکاری اور فریب دی کا دروازہ ہکل گیا۔ اب ان راستوں سے مذہبی دکاندار آنے شروع ہو گئے جن کا اصول اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگوں کی جہالت اور عقیدت سے فائدہ اٹھا کر اپنا اللہ سیدھا کیا جائے۔ اور اس طرح دولت اٹھی کر لی جائے۔ انسانی فطرت کی افادہ کچھ ایسی ہے کہ ہر تینی چیز انجوہہ اور کرامت بن کر نظر آتی ہے [اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کیا یہ جاتا ہے] مٹی کے ذہروں کو ولیوں کی قبریں بنایا کر ان کی پوجا کرائی جاتی۔ ولیوں کی فہرستوں میں آئے دن اضافے ہوتے رہتے اور چوروں اور ڈاؤں کو مقدس شہداء بنایا پر پیش کیا جاتا، کسی مردے کی ہدیاں ویرانے میں دفن کر دی جاتیں۔ پھر مشہور کردیا جاتا کہ ہمیں خواب میں دکھائی دیا ہے کہ اس جگہ ایک بہت بڑے بزرگ مروف ہیں۔ راہبوں کی جماعتیں ترقیتی ریاست کا میں اور یہ لوگ نہایت دیدہ دلیری سے نہ صرف بزرگوں کی طرف منسوب کردہ فرضی تبرکات بیچتے بلکہ عوام کی نگاہوں کو یہ کہہ کر بھی دھوکا دیتے کہ ہم جنات نکالنے ہیں اور بھوت پریت کو مار بھگاتے ہیں۔ غرض یہ کہ اس قسم کی مکاری اور جلسازی اس قدر عالم ہو ری تھی کہ اس کی تفاصیل کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

مشہور مورخ لکھن، جس نے روما کی عظیم الشان سلطنت کے انحطاط و سقوط کی عبرت انگریز داستان لکھی ہے، اس باب میں لکھتا ہے: یہ کامیاب تجربہ کہ ولیوں کے تبرکات سونے اور جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہیں، پادریوں کے لئے کیسا کے خزانوں میں اضافے کرنے کی تحریک کے موجب بنا۔ انہوں نے امکانات و صداقت کو بالائے طاق رکھ کر، پرانی ہڈیوں کے لئے عجیب و غریب نام وضع کئے اور پھر ان ناموں کی طرف [محیر العقول] کارنا میں منسوب کئے۔ [حضرت سعیؑ کے] حواریوں اور ان مودوں لوگوں [کے] چہروں پر جنہوں نے نیک اعمال میں ان کی پیروری کی

تحتی قسم قسم کے نہ ہبی افسانوں کی سیاہ چارڈا الی گئی۔ جبور و غیور شہداء کی فہرست میں ہزار ہائیے فرضی مشاہیر کا اضافہ ہو گیا جن کا وجود ان افسانہ طرازوں کے ذہن سے باہر کھینچنیں تھا۔ اس بدگمانی کے لئے کافی دجوہات موجود ہیں کہ [TOURS] کا کلیسا اسی ایسا نہ تھا جس میں ولیوں کے بجائے جعلزاوں کی بڑیوں کی پرسش ہوتی تھی اور جگہ بھی ایسا ہوتا تھا اس تو ہم پرستی نے ایک طرف فریب کاری اور خوش اعتمادی کی راہیں کشادہ کر دیں اور دوسرا طرف دنیاۓ عیسائیت سے تاریخ اور بصیرت [دونوں] کے چاغ گل کر دیے۔

ولیوں کو کعبہ مقصود و قبلہ حاجات اور مصائب میں مشکلات گھشا تصور کیا جاتا تھا۔ [TOWNSEND] اپنی کتاب TRAVEKS UB SPAIN : VOL:iii, PAGE 215 میں لکھتا ہے:

یہ امر لوگوں کے لئے خوشی کا سوجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس اطباء کی حد احتیاط کے علاوہ اسراض کے دفعیہ۔ کے لئے ایک اور بھی امید کا سرجشہ ہے۔ وہ سرچشمہ جو کسی مصیبت میں بھی ناکام نہیں رہتا، مثلاً [ان کے نزدیک] انتہلی ولی، اپنے معقدین کو آگ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور ایک دوسرا انتہلی آئیں پانی کی مصیبت سے نجات دلاتا ہے۔ بارہواںی، جنگ اور بجلی کے حوادث میں جانے پناہ ہے۔ بلاس ولی گلے کی بیماریوں کو اچھا کرتا ہے، لوسیاولی، آنکھوں کے امراض کو شفا دیتا ہے، ٹکونس ولی جوان عورتوں کی امداد کرتا ہے جو شادی کی متمنی ہوئی۔ ارمی ولی، حمل کے ایام میں ان کی حفاظت کرتا ہے۔ پلونیاولی، دانتوں کو محفوظ رکھتا ہے، ڈونگکوولی، بخار اتار دیتا ہے، اور روچ ولی کی طرف طاعون کی مصیبت میں رجوع کیا جاتا ہے۔ قصہ مختصر کوئی بیماری ہو یا کوئی مصیبت اس کے دفعیہ کے لئے کوئی نہ کوئی ولی موجود ہے جس سے دعا کے ذریعہ اعانت طلب کی جاتی ہے اور وہ اپنے پکارنے والے کی مدد کو پہنچ کر اس کی تکلیف میں دشکیری کرتا ہے۔

یہ تھے اس وقت کے حالات جب اسلام کا ظہور ہوا۔ ہم نے ایران اور ہندوستان کے تصوف کا تذکرہ اس مقام پر قصد نہیں چھیڑا۔ اس لئے کہ اس وقت عرب اور اس کے گرد دو پیش یہودی اور نصرانی ہی پھیلے ہوئے تھے۔ ہند و ایران کے ساتھ ان کے روابط و علاقت بر اور است نہیں تھے، یوں بھی یہودی اور نصرانی تصوف، ایران کے نبیوں [مانوی] تصوف اور ہندوستان کے بودھی تصوف فتا اور وحدت وجود کو اپنے آغوش میں لے چکے تھے۔ ہندی تصوف [ویدانت] کا سب سے بڑا پرچارک [بلخ شنکر اچاریہ] ہے۔ اس کے نزدیک اصل علم آتم و دھی یا معرفت نفس ہے۔ وہ روح کو ازالی اور غیر فانی مانتا ہے اور خارجی کائنات کو فانی۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ برماء، اور اک سے بالاتر ہے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے کا ذریعہ، وجود ان [معرفت] ہے۔ کائنات اور اس کی تمام اشیاء سر اب [مایا] میں، "میں" بھی مایا ہے۔ ترک خواہشات کے ذریعے انسان مایا کے فریب سے نکل سکتا ہے۔

شنکر اچاریہ کے علاوہ، ویدانت کا ایک بڑا ملنخ پتھجی ہے۔ وہ بھی اوحدت وجود کا تقلیل ہے۔ "اہم برہم آگی" میں ہی برہما ہوں؛ اسی کا مشہور مقولہ ہے۔ علاوہ ازیں، رامانخ بھی اسی مسلک کا پرچارک تھا۔ اگرچہ اس کے تصوف وحدت وجود اور شنکر اچاریہ کے تصویر میں فرق تھا۔۔۔۔۔ ہندی تصوف کی تاریخ میں تحریک بھتی کو بری اہمیت حاصل ہے۔ اس کا تعارف آگے چل کر کرایا جائے گا۔

چہاں ہندوستان میں مسلمان صوفیاء کا تذکرہ سامنے آئے گا۔۔۔۔۔ اختتام

گینگ لینڈ جمہوریت..... Gangland Demoracy

بات بنیادی طور پر سو فیصد درست ہے اور ہمیں ہماری بر بادی کا اصل سبب بھی اور اسی وجہ سے مجھے عوام پر "غصہ" بھی آتا ہے کہ اگر عوام خود ہی اپنے بھائیک ترین احتمالیوں کے عشق میں غرق رہیں گے تو ان کے احتمال کا مخصوص باب بند کیسے ہو گا۔ میں تو تمکہ ہار کر یہاں تک پسپائی اختیار کر چکا ہوں کہ لوگوا اگر خصیت پر تی کے "شک" سے باز نہیں آتا تو اس میں اتنی ترمیم تو کرو کر جب تمہارا کوئی "دیوتا" کسی جانے پہچانے کھبے، ڈھنگیا لپے لفٹگے کو "ٹکٹ" عطا فرماتا ہے تو اس کا بایکارٹ کر کے تو اپنے دیوتاوں کو یہ پیغام دو کہ "حضور! آپ کا عشق اپنی جگہ سلامت تا قیامت لیں گے لیکن ٹکٹ تو کسی ڈھنگ کے آدمی کو دیں۔ لیکن افسوس عاشق مراجع عوام اتنا بھی نہیں کرتے اور ہم جیسے لوگ اس بات پر کر رہتے رہتے ہیں کہ غوروں با شعوروں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑیاں مار مار کر خود کو مخذلتوں کیوں کر لیا؟ عجیب تفیوڑن کا شکار کہ خود اپنے آپ کو تباہ کرنے والوں کے ساتھ کا جڑت اور ہمدردی جائز بھی ہے یا نہیں؟ عوام کی بھاری ترین اکثریت "جون ایلیا" بھی ہوئی ہے، جس نے کہا تھا۔

میں بھی بہت عجیب ہوں، اتنا عجیب ہوں کہ بس
خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں

اس لئے تو کالم کے آغاز میں ہی اعتراف کر لیا کہ بھائی! ہم ہی غلط ہیں اور بنیادی طور پر انہی یعنی وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کی بات ہی درست ہے، جنہوں نے فرمایا تھا "سیاستدانوں کو عوام منتخب کرتے ہیں انہیں کیس سے متفقیت لینے کی ضرورت نہیں" تو پھر چیختے، چلانے اور احتجاج کرنے کی کیا تک ہے؟ اگر کوئی کرتا ہے تو اس کے لئے ہمدردی کسی بلکہ ایسی پجوشی میں ان کے اذیتوں سے لطف اندوڑ ہوتے ہوئے ان سے کہنا چاہئے۔

"ہور چو پو..... ہور چو پو اور رو وٹ دوان کو جو خود اربوں کی پہاڑیاں لگاتے ہیں۔ تمہیں ایک وقت کی روٹی میسر نہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو پاکستان میں اپنے سادہ سے علاج پر بھی آماد ہو جبکہ "متانے" دوائی کے لئے ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر جاتے ہیں"۔

ذرا سوچ تو سہی چند سال پہلے تک لوٹ مار کے اسکینڈلز لاکھوں کروڑوں کے گرد گھومتے تھے۔ اب اربوں کھربوں سے کم کا کوئی اسکینڈل نہیں سامنے نہیں آ رہا اور یہ سب کون ہیں؟ وہی جن کے بارے میں وزیر اعظم نے کہا..... "سیاستدانوں کو عوام منتخب کرتے ہیں انہیں کسی سے متفقیت لینے کی ضرورت نہیں" وہ لوگو وہ۔

تم بھی بہت عجیب ہو! اتنے عجیب ہو کہ بس

خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں

ادھر ہم جیسے "خدائی فوجدار" خواہ خواہ کے "ٹھیکیدار" جواشراف اور اجلاف دونوں طرف کی گالیا کھا کے بھی نہ بے مزہ ہو

رہے ہیں نہ اس نام نہاد جمہوری جہاد سے بازاً رہے ہیں۔

میں اپنی مکروہ سیاست کو اتنا ہی چانتا ہوں جتنا کوئی اپنے ہاتھ کی پشت کو جانتا ہے لیکن بھارت کی سینٹر ترین اور جیسکے بنگالی یور کیرٹ ملائے کر شاہکار کتاب {A story of gangland democracy}

دیے۔ مترجم قیصر سلیم نے بھائی کمال کر دیا ہے۔ سب سے پہلے مصنف ملائے کر شاہ در [Maloy Krishna Dhar] بارے میں بنیادی معلومات..... کر شانے کلکتہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی 1964ء میں اندرین پولیس سروس جوان کرنے کے بعد انہیں انٹلی جنس یورڈ بھیج دیا گیا۔ یہاں انہیں ہندوستان کی سیاست، شورش، جوابی دہشت گردی، جوابی جاسوسی اور قوم کے زمینی حقوق کا گہرا شعور حاصل کرنے کے لئے بلیٹ فارم مہیا ہو گیا۔ یہ کتاب ہندوستان کے سیاسی واقعات میں داخلہ کائناتی خیز سفر ہے جو ہندوستان کی انتخابی جمہوریت کے پیچے ہر بدناسچائی کو نشکا کر دیتا ہے۔ [اسے پڑھ کر پاکستان کی انتخابی جمہوریت کی پیچان بھی بہت آسان ہو جاتی ہے]۔ اس عظیم تحریر سے اقتباسات بلکہ ”ٹوٹے“ ملاحظہ فرمائیے۔

”راج کر شنا سے اس رات کی ملاقات مختلف تھی۔ پارلیمنٹ یعنی قانون ساز ادارے جہاں بہت سے قانون توڑنے والے قانون سازی کے لئے جمع ہوتے ہیں، کے امیدوار کے لئے مجھے افلاطون کے مکالمے کو اپنایا پڑا۔ راج کر شنا کو بہار صہبہ کی جنگ کے لئے تیار کرنا مقصود نیہ کے سکندر کو تیار کرنے سے کم مشکل کام نہ تھا۔“

”تمہارے صوبے میں کون کون سی خاص ذاتیں ہیں؟“ میں نے پوچھا

”برہمن، راجچوت، کاسٹھ، دلت، سلمان“

”1991ء اور 2001ء کی مردم شماری کے ادار پر نظر ڈالو۔ ذاتوں کا الگ الگ حساب رکھو۔ ہر حلقة انتخاب میں دوڑوں کے انداز اور ذات برادری کے لیڈروں، ان کی طاقت اور کمزوریوں کو بھی درج کرنا ہو گا۔“

”فقرمت کرو۔ میری بھی کمپیوٹر کی ماہر ہے لیکن نکسلیوں کے ساتھ کی کرو“ راج کر شانے پوچھا

”نکسلیے زیادتر پھلی ذات کے سمامنہ اور دلت وغیرہ ہیں۔ چند ایک نکسل لیڈروں سے رابطہ کرو“

”کس لئے“

”انہیں پیسے دو، شہدو، بھینی [تمبا کو] دو صرف چونا مت لگاؤ“

جمہوریت کو بے حری بے نقاب کر کے اس کا اصلی اور مکروہ ترین چہرہ ”بیک کلوز“ میں دکھانے والی شاہکار کتاب سے چند مزید اقتباسات اس اپیل کے ساتھ کہ بھارتی اور پاکستانی جمہوریت میں جیران کن مشابہت اور مثالثت پر غور ضرور فرمائیے۔ صرف سیاستدان ہی ایک جیسے نہیں، یور کریمی بھی ایک جیسی ہے اور ان کے آپس میں رشتہ بھی دیے ہی ہیں.... لسم اللہ کی مجھے۔

”اقتدار کے استحکام کی خاطر سیاسی قتل بھی ضروری ہے۔ میری دلیل کی بنیاد مندرجہ ذیل تاریخی واقعات ہیں۔ 1905ء میں بنگال کی تقسیم کے بعد ہندو مسلم فسادات۔ بنگال کے لفظیت گورنر نے اس آگ کو بھڑکایا پھر 1946ء میں مسلم لیگ کا اڈریکٹ

ایکشن پھر مغربی بنگال میں مختلف سیاسی پارٹیوں کا کمیونٹ پارٹی کے خلاف نکسل گروپوں کا استعمال INCP نے اہم سیاسی مخالفین کے خاتمہ کے لئے نکسلیوں کا استعمال کیا تھا۔ کیا INCP نے 1984ء میں اپنی ایک بڑی لیڈر کے قتل پر تشدید کو منظم کر کے تین ہزار

سموں کو قتل نہیں کیا؟ کیا وشاں بھارت پارٹی نے رام کی فرضی جنم بھوی پر مزدی عمارت کو تباہ کرنے کے لئے تشدیدیں کیا؟
لفظ ”فرضی“ کا استعمال راج کر شنا کو برائی کا اس نے احتجاج کیا۔
یہ فرضی جنم بھوی نہیں تھی، سنتیسے... اصلی جگہ تھی۔

”کیا کسی نے شلیا کو اس جگہ اپنے پہلے بچے کے پیدا ہونے کو دیکھا“ کیوں اپنے دماغ کو ناکارہ بناتے ہو۔ کسی زمانے میں برہمنوں نے بدھوں کے آشموں کو بر باد کیا۔ بعد میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے مندوں کے ساتھ وہی سلوک کیا۔ ”رام جی ہمارے خدا ہیں“ راج کر شنا نے کہا۔

”خداوں نے بھی قتل کئے ہیں۔ رام جی نے بالی کو دھوکے سے قتل کیا، قتل سیاست کا حصہ ہے۔“
”ہندوستانی جمہوریت کے فروغ کے سلسلے میں قتل کی تازگی کی اہمیت اور تشدید نے راج کر شنا کو قاتل کر لیا۔ پہلی مرتبہ اس علم ہوا کہ فرانس کا انقلاب، امریکہ جنگ آزادی، رویوں کا عظیم انقلاب اور جنین میں ماڈ انقلاب لاکھوں انسانوں کے ڈھانچوں پر استوار اور مشکلم ہوا۔ کوئی بڑی چیز تشدید اور موت کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔“

”تم تشدید اور کرپشن کو تبدیل کرنا چاہتے ہو تو پھر مجھے کیوں تشدید کھا رہے ہو،“ راج کر شنا نے پوچھا۔
”یہ کہلاتا ہے علاج بالمشل۔ گوشت میں چھپے کانے کو نکالنا کے لئے کاش استعمال کرو، جمہوریت نے تشدید اختیار کیا اور تشدید کے اصولوں کو شکایات کے ازالے کے لئے بطور اوزار استعمال کیا۔ حکمرانوں کو اس طرح ایک بڑی پولیس فورس قائم کرنے کا بہانہ مل گیا تاکہ معاشرہ کو جمہوری بٹوں کے نیچے رکھا جائے نہ کہ پاکستان کی طرح فوجی بٹوں کے تلتے۔“
”راج کر شنا نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ سوچ سمجھ کر مخفی ذات کے ایک ڈی وی چینل کے نمائندے کو بلا کر ایک ڈی یو ٹکب اس کے حوالے کی جس میں اغوا کنڈ گان کو صاف طور پر دکھایا گیا تھا جو بر ساتی رام کے وفادار مسلم عندرے تھے۔ ٹیپ کے ساتھ ایک بھاری لفافہ بھی نامہ نگار کو دیا گیا۔“ — ”پالیکس مہاتما کرشن کا ”چکرا“ ہے جو ہر چیز کو کاث کے رکھ دیتا ہے۔— پالیکس تم کوشن جی، وشن جی اور شیوا جی جیسا طاقتور بنادیتی ہے۔“

سنوراج کرشن! سیاست اچھل کو دکا کھیل ہے۔ لیڈر اور پارٹیاں مول کی عورتوں جیسی ہوتی ہیں۔ جب ضرورت ہو انہیں لے لو، پارٹیاں بدلنا اغذیں ڈی یو کریں کی خصوصیت ہے۔ پارٹی اور قانون ساز اسمبلیوں کے ممبر ہندوی اور گوہی کی طرح بکتے ہیں۔“
”سینٹر افران، ریونیو افران، گلکشز، ایس پی، ڈی ایس پی اور سب سے بڑھ کر تھاندار“ دامنی حکومت“ کا مفتر ہوتے ہیں۔ برطانیہ نے ہندوستان پر حکومت چند گروں، سانلوں اور کالوں کے ذریعے کی۔ سیاستدان موسیٰ لیثرے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں کیونکہ انتخابی جمہوریت ہے اس لئے وہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارا حق ہے کوئی وقفے سے سیاسی چرے بدلتے رہیں اور فیصلہ کریں کہ ہم کن لوگوں کو لوٹئے کا حق دیتے ہیں۔ اصل میں ”دامنی حکومت“ ہی حکومت چلاتی ہے۔ تم ان کا تبادلہ کر سکتے ہو، انہیں ڈر ادھ کا سکتے ہو، لیکن انہیں ختم نہیں کر سکتے۔ تم ”دامنی حکومت“ کو سمجھ نہیں رہا۔ یہ انتہائی طاقتور لوگ ہیں۔ یہ ملک چلاتے ہیں۔ اگر تم ایک غریب دیہاتی کی بہوں کے لئے سور و پیر خرچ کرتے ہو تو با بوم از کم تین [30] روپے اپنے حصہ کے تو لے گا ہی۔“

”ایکشن ہی وہ انجن ہے جو ڈی یو کریں کو چلاتا ہے۔ بغیر ایکشن کے تہاری حیثیت پاکستان، زمباں نے اور صومالیہ جیسی

وگی، لیکن اجنب چلانے کے لئے تمہیں بینالوجی کے استعمال کی ضرورت ہوگی۔

”بہار INCP کے لئے سیٹون کافی صلہ جب ہو جائے تب ڈی جی پولیس اور مقامی آئی بی چیف سے کہو کہ وہ موقع جتنے لے آزاد امیدواروں کی فہرست پیش کریں۔ پھر انہیں پر گھوکہ ان میں سے کون زیادہ پیش خرچ کر سکتا ہے، اس کے پاس جسمانی اقت کتنی ہے اور جرام کم پیشہ گروہوں تک رسائی کیسی ہے؟“

”بیس میں لاکھ کے بریف کیس ایک DGP کا اور ایک مقامی AB چیف کو۔ ان کو الگ رکھنا انہوں نے اچھی رپورٹ لکھی اضافی وزن ہو گا۔“

”یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔“

میں اپنی جعلی اور جنگلی جمہوریت کی واردات اور اوقات سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن اگر کہیں ہوڑی بہت سر تھی تو وہ اس شاہکار ”گینگ لینڈ ڈیمو کریسی“ نے پوری کردی اور اب میں سو فیصد یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستانی برائٹ کی یہ اجارہ رانہ، مکارانہ، مورو شیانہ اور خصیت پر ستانہ جمہوریت..... یہ رشتہ دارانہ اور تاجرانہ جمہوریت اس ملک اور اس کے عوام کے لئے بدتر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قوم اس جمہوریت کے پیچے جتنی تیزی سے بھاگے اتنی ہی رفتار کے ساتھ منزل سے دور ہوتی چلی گی۔ لیکن یہ ماتم تو چلتا س رہے گا۔ فی الحال آپ اس کتاب کے مزید اقتباسات سے لطف اٹھائیے اور سوچئے کہ اگر بھارتی میں کو کریں اتنی غلیظ، بکرہ اور متعفن ہے تو ہماری یہ پولیوزدہ جمہوریت کسی ہوگی۔ جسے بار بار اکھاڑ کر دیکھا جاتا ہے کہ اس کی جڑیں اس تک پہنچی ہیں۔

”کیا یہ درست ہے کہ بھارت کے عوام غلاظت میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے جمہوری آمر آقاوں کے کوڑے کھا کر اٹھاتے ہیں؟ کیا کرپشن ان کی بذریعوں میں شامل نہیں ہے؟ آپ بغیر سیاست دانوں کے تبدیلی لانے دیں گے، کیا اس طاقت میں ڈوبے ہوئے ملک کے ہوش میں آنے کی کوئی امید ہے؟“

”میں لاشیں گن رہا تھا۔ ہندو، مسلم عورتیں، بنچے مردالاشوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ ہم احقدانہ طور پر دفاترے، جلانے اور دوں کو کھلانے پر لڑتے رہتے ہیں۔ لوگوں دراصل مذہب کے لئے نہیں لڑتے ہیں۔ پاور پالیسکس، دولت اور لائچ کی احقدانہ جنگ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔“

”ستی بھائی اباد سنوٹی جلی سرکار [کولیشن گورنمنٹ] تو ہوتی ہی لوٹ مار کی سرکار ہے۔ پیسہ نہیں تو سرکار نہیں،“

”ایکشن اور سیاسی کھلاڑی عوام کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ عوام البته دونوں کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ تم عوام تک کس طرح پہنچو سیاست واحد سواری ہے ان تک پہنچنے کی۔ یہاں تک کہ میڈیا بھی کامیاب نہیں ہوا۔“

”ہم سیاست دانوں کے لئے ایسے مقدمات ہیرو کا زیور ہیں۔ ان کو بھلا کون یاد رکھتا ہے۔ لوگ دولت اور طاقت کو یاد ت ہیں۔ پلیز! اوزیر اعظم سے کہہ دو میں ان سے کم بھوکا نہیں ہوں،“

”ہم تکمیل تبدیلی چاہتے ہیں ہمارے لیڈر تکمیل اقتدار کے خواہاں ہیں۔“

”خزانی دائی حکومت“ [بیور و کریسی] کے اتحصال اور آئین کو ہنرمندی سے استعمال کے ملغوبے کا نام ہے۔

”اندیا کے پامم مفسر کوڑنا اور شرم مند نہیں ہونا چاہئے۔ سیاست میں خوف سے، شرم و حیا سے اور ضمیر کے کھوں کوں سے بلند ہونا چاہئے۔

”ماتا جی نے برساتی رام، ملائیں علیل حناف، علامہ ابراہیم اور محمد ظفر کو فرقہ وارانہ آگ بھڑکانے کا کام سونا،“

”5000 سے تک امیدوار ہوں گے۔ بارہ سے پندرہ لاکھ الیکٹرائیک مشینیں استعمال ہوں گی۔ کچھ پتہ ہے کہ کون سی کمپنیاں یہ مشینیں بنارہی ہیں اور کس فریکی پیشی اور سائیکل ڈیٹا اسٹور کرنے کے لئے استعمال کر رہی ہیں۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“؟ وکاس نے پوچھا۔

”CEC کے دفتر میں اپنے دوستوں سے رابطہ کرو اور الیکٹرائیک ڈیٹا حاصل کرو۔ مجھے دو طریقہ معلوم ہے جس کے ذریعہ تم EYM کے دیباںک اور سرکٹ کو پاش پاٹ کر سکتے ہو۔

”یہ تو نہایت غیر قانونی ہے،“ وکاس نے کہا۔

کیا جب تم جنگ کے دورانِ دشمنوں پر گولی چلاتے ہو تو وہ قانونی ہوتا ہے؟ اس جنگ میں قانونی ہے تو پھر انتخابی جنگ میں بھی قانونی ہے۔ یہ انتخابی جنگ پانی پت اور پلاسی کی جنگوں سے زیادہ اہم ہے،“ [یہاں کے بد معاش اور جمہوری غنڈے جملی شناختی کارڈ اور وہ مینوں فیکٹری پر کرتے ہیں]۔

”فرقہ وارانہ جنگ کی ہدایات کے ساتھ ہی ماتا جی نے آری چیف سے کہا کہ پاکستانی سرحد پر ایک جارحانہ جنگی ایکسرسائز شروع کر دیں اور گٹوپارٹی کے غنڈوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ عوامی مقامات پر بیم کے دھا کے کرے جن سے سینکڑوں انسان مارے جائیں۔“

”تمام لیڈروں نے ترمیم شدہ دستاویز پر دستخط کئے۔ میں نے اعلان کیا کہ مستقبل کے وزیر اعظم ہر دستخط کشندہ کے لئے پانچ کروڑ پر بطور پیشگوی منتقل کرنے کا انتظام کر دیں گے۔ ایکشن کے اخراجات اس کے علاوہ ہوں گے۔“

”ذین ہوگ روایتی طور پر حکمران طبقے کے گدھے ہوتے ہیں۔“

”سیاسی قتل میں کون سی ایسی خاص بات ہے۔ کیا لوگ روزانہ گائے، بکرے، مرغی، پرندے تو انہی اور لذت کے لئے نہیں مارتے؟ مجرموں کے سیاست دان بن جانے کے بعد ایک قتل یہاں اور قتل وہاں ایسا ہی ہے جیسے شام کی واسکی کے ساتھ تندوری گنگٹ اور کھانے کے لئے چکن یا بکر اور سوٹ کاٹا۔ یہ تو گینگ لینڈ لیئنڈ جمہوریت کا معمول ہے،“ اس رات میں دو ملاقاً تیوں کی خاطر مدارات پر مجبور ہوا۔ پلا دیوالی دیالیاں یا دیوالیوں کے ساتھ آیا۔ یہ پارٹی کا قیمتی اناشہ تھا۔ کئی قتل، دس زنا بانجبر کے اڑامات اور دودھ منڈی کیتیاں آفیشل اس کے کھاتے میں تھیں۔ ہندوستان کے گولڈن قانون میں اس کا تحفظ اس گولڈن شٹ کی وجہ سے تھا کہ کوئی شخص اس وقت تک سزا نہیں پا سکتا جب تک اُن کا بیوی ثابت نہ ہو اور ہندوستان کے فوجداری نظامِ عدل میں کوئی ایسا اوزار، نہیں تھا جس کے ذریعہ دیوالی کے خلاف گواہ اور شہادت پیش کی جاسکتی۔“

تیکی کرنے کے لئے آپ کا کروڑ پتی ہونا ضروری نہیں۔ بس دل میں تیکی کرنے کی آرزو ہوئی چاہئے۔

صرف چہرے نہیں بلکہ نظام کو بدلو

پاکستان کے معاشری و سیاسی مطالعہ کے بعد ایک بہت بڑا سوال ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ پاکستان کے زمینی حقوق اپنے نظر ہمیں ملک و قوم کی بہتری کے لئے کیا اقدام اٹھانے چاہئے؟ ہمیں وقاً فتاہی آوازنائی دیتی ہے ”صرف چہرے نہیں بلکہ نظام کو بدلو“، لیکن کیا تبادل نظام لیا جائے جس سے قوی بیکھن پیدا ہو اور عوام کے مسائل بھی حل ہو جائیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پا اڑنا

منزل بھی کھن ہے، قوموں کی زندگی میں

بھارت نے آزادی کے بعد جاگیر داری کا خاتمہ کر دیا۔ جس سے اس کی پیداوار میں بہت اضافہ ہوا۔ مگر ہم تاحال کھلکھلے کر غیر ممالک سے امداد کی بھیک مانگ رہے ہیں لیکن بہتر نظام حکومت کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ اور Status Quo پر ہی اکتفا کر کے دن بہ دن تنزل کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ جو کوئی بھی نظام بدلتے کافر ہ لگاتا ہے وہ آخر کار مجبور ہو جاتا ہے کہ دُذیروں، جاگیر داروں، ہر ماہی داروں کو ہی پارلیمنٹ میں لا کر اپنے اقتدار کے مزے لوٹا رہے۔

یورپ نے اپنے ارتقاء کے لئے مسلمانوں کی سائنس اور شیکنا لو جی [علم وہن] کو اپنا لیا اور اس پر مزید تحقیق کر کے آئندہ علوم سے استفادہ حاصل کر کے اپنے ممالک کو ترقی کی شاہراہ پر گام زدن کیا ہے۔

ذوق کتب بنی اور کتب اندوزی کو بھی مسلمانوں نے ایک دینی اور ثقافتی روایت کے طور پر اپنایا اور کتب خانوں کی بنیاد پر کھی۔ ہازون الرشید کے دور کا ”بیت الحکمت“ اس روایت کی ابتداء تھی۔ گستاخی بان تحریر کرتا ہے:

جس زمانے میں کتاب والا بریری یورپ والوں کے لئے کوئی مفہوم نہیں رکھتی تھیں اور تمام کلیساوں میں راہبوں کے پاس پانچ سو سے زیادہ کتابیں نہیں تھیں اور وہ بھی سب مذہبی تھیں۔ اس وقت بھی اسلامی دنیا میں کافی سے زیادہ کتابیں اور لا بریری یاں موجود تھیں، خود لا بریری ”بیت الحکمت“ میں چار ملین، قاہرہ کی لا بریری میں ایک ملین، طرابلس کی لا بریری میں تین ملین کتابیں تھیں اور تھا اپنی میں سالانہ ستر، اسی ہزار کتابیں اکٹھی کی جاتی تھیں۔

آج بھی مغربی اسکالرزمیں کرتے ہیں کہ ابن سینا نے سرجری، ادویات کا جو نظام دیا، اس سے انہوں نے استفادہ حاصل کیا ہے۔ اس کی کتاب ”القانون“ اور ”الشفاء“ آج بھی مغربی سائنس دانوں کے لئے ایک مستند دستاویز ہے۔ انخوارزی، جس نے الجبر ایجاد کیا، وہ کئی سالوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا رہا۔ جابر بن حیان کو آج بھی کہیا کا باب سمجھا جاتا ہے۔ ابوالیشم ماہر طبیعت تھا اور اس کا درجہ آج بھی نیوٹن کے برادر سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی جس نے جغرافیہ متعارف کرایا، 1252ء

میں اس کا ترجمہ فرانسیسی میں کیا گیا۔ فرانسیسی اسکار Manosporenan حلیم کرتا ہے کہ امریکہ کو این رُشد نے دریافت کیا ہے، کلبس نے نہیں کیا۔

جنی پروفیسر Fereeazer Roscsenephain اپنی کتاب کے باب پانچ میں لکھتا ہے:

“Knowledge is Islam and Islam in knowledge”

علامہ اقبال نے جب یورپ کا دورہ کیا اور یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی کتابوں کا لاطینی، فرانسیسی، جمنی اور انگریزی میں ترجمہ کر کے یورپ تکی کی معراج پہنچ گیا ہے تو علامہ اقبال نے افسوس سے کہا:

گروہ علم کے موئی کتابیں اپنے آباء کی

جود پکھیں ان کو یورپ میں تول ہوتا ہے سپاہ

نظام مملکت

دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کا وزیر اعظم چرچل جو دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا نشان سمجھا جاتا تھا، جب برطانیہ تباہی کے کنارے پہنچ رہا تھا، تو اس نے پوچھا کہ کیا ہمارا دادا تی نظام درست چل رہا ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ جی ہاں عدالتی نظام درست چل رہا ہے تو اس نے کہا کہ کسی قسم کی فکر کی بات نہیں۔ 1946ء کے انتخابات میں چرچل کی کنزرویٹ پارٹی نے ایک خفیہ منشور دیا۔ برطانیہ میں لوگ شخصیت پرست نہیں کرتے بلکہ پارٹی منشور کو پڑھ کر پارٹی کو دوڑ دیتے ہیں۔ چرچل کے مقابلے میں لیبر پارٹی نے میجر ایشلی کو وزیر اعظم کے لئے نامزد کیا۔ لیبر پارٹی کا منشور بہت مختصر تھا اور وہ سو شل جسٹس [Social Justice] کو برطانیہ میں متuaraf کرانا چاہتا تھا۔ ان کے منشور کے مطابق جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی دیکھ بھال کی زندگانی حکومت پر ہوتی ہے۔ جب کوئی آدمی 65 سال کا ہو جاتا ہے خواہ وہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری وہ پینٹن کا حصہ رہتا ہے۔ بوڑھے اور لاوارثوں کے لئے اولاد ہاؤسز بنائے جاتے ہیں۔ بزرگ شہریوں کو بہت سی کھولیات دی جاتی ہیں۔ جب انتخابات کے نتائج سامنے آئے اور لیبر پارٹی جیت گئی تو کسی صحافی نے میجر ایشلی سے پوچھا کہ آپ نے یہ انقلابی منشور کیسے تیار کیا؟ تو اس کے قریب ہی منشور کیمی کا چیزیں میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے اس کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ان سے پوچھئے۔ اس نے جواب دیا ایک خلیفہ، جس کا نام عمر بن خطاب تھا اس نے جو بیت المال کی تقسیم کے اصول اپنائے تھے، میں نے انہیں اصولوں کو بنیاد بنا کر لیبر پارٹی کا منشور دیا ہے۔ ہم مغرب کی برائیوں کی تقلید کرنے میں پیش رہتے ہیں گرانت کے الجھے نظام مملکت سے گریز کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں کرپشن نے جمہوریت کا البادہ اوڑھ رکھا ہے۔ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ میں ایسا پاکستان نہیں چاہتا جس میں غریب دن بے دن غریب تر ہوتا جائے اور امیر دن بے دن امیر تر ہوتا جائے۔ انہوں نے جا گیرداروں اور سرمایہ داروں کو بھی داروغہ دی تھی کہ تم غریبوں کا انتہا جائیں گے جو ہوڑ دو۔ علامہ اقبال نے فرمایا:

جس کمیت سے میسر نہ ہو دہقان کو روزی

اس کمیت کے ہر خوف نہ گندم کو جلا دو

Complied and Edited by Liaquat H. Merchant & Sharif Al Mujahid, second Edition
 [Page 63, Oxford University Press] میں شائع ہو چکا ہے، جس میں قائدِ اعظم نے پارلیمانی نظام کو رد کرے
 صدارتی نظام کو ترجیح دی۔ پاکستان کی موجودہ معاشی اور سیاسی صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ پارلیمانی نظام
 قطعی طور پر پاکستان کے لئے مناسب نہیں اس کی بجائے صدارتی نظام کو ترجیح دی جائے۔

ہمارا پہلا قدم صدارتی نظام

آپ نے دیکھا ہو گا کہ امریکی صدارتی اختیاب کے لئے صدارتی امیدوار کو پچاس ریاستوں میں ووٹ مانگنے کے لئے¹⁰⁷⁰
 جانا پڑتا ہے، اس طرح اس کو ہر ریاست کے مسائل سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ جب کہ ہمارے پارلیمانی نظام حکومت میں صرف
 1070 صوبائی و قومی اسکلبیوں کے ارکان پارلیمنٹ صدر کو منتخب کرتے ہیں۔ امریکہ میں بھی بالواسطہ صدر منتخب ہوتا ہے۔ فرانسیں
 صدارتی امیدوار کو براہ راست عوام تک رسائی کرنا ہوتی ہے۔ اور ہمیں بھی فرانسیسی صدارتی نظام کو اپنا ہو گا۔ ہمارے ہاں جو
 1070 ارکین پارلیمنٹ صدر کو منتخب کرتے ہیں۔ اور چھوٹی بڑی پارٹیاں اپنے اپنے مفادات کے تحفظ حاصل کر کے صدر و وزیر
 اعظم کو ووٹ دیتی ہیں اور پھر وفاقوں قابلیک میں بھی کرتی رہتی ہیں۔ پہلے تو صرف ہارس ٹرینگ ہوتی تھی مختلف مفاد پرست ارکین
 صوبائی و قومی اسکلبیوں کو انفرادی طور پر خرید لیا جاتا تھا، اب الفیفت ٹرینگ ہوتی ہے، پوری کی پوری چھوٹی پارٹی کو خرید لیا جاتا ہے:

بقول شاعر

خرید اریساست رہنا کو تج دیتے ہیں
 یہ وہ تاجر ہیں جو شرم دھیا کو تج دیتے ہیں
 یہ سوداگروہ ہیں جو انیباء کو تج دیتے ہیں
 بھرے بازار میں بندے خد کو تج دیتے ہیں

ہمیں صرف آئین میں ایک ترمیم کے لئے جدوجہد کا آغاز کرنا ہو گا جیسی پاکستان میں صدارتی نظام لایا جائے۔ اور جس
 طرح پریم کو ووٹ یا باری ایسوی ایشن باری باری تمام صوبوں سے اپنے صدر منتخب کرتی ہے۔ چیف ایکشنس کشنز ہر تین سال بعد بذریعہ
 شفاف قرعہ اندازی اعلان کرے کہ اس دفعہ کس صوبے کا صدر منتخب کیا جائے تاکہ امیدوار ایک سال تک پاکستان کے تمام اضلاع کا
 دورہ کرے اور ناصرف عوام کے مسائل سے آگاہ ہو بلکہ ان کی حمایت بھی حاصل کر سکے اور اس کے تعارفی اجلas کا اہتمام ایکشن
 کمیشن آف پاکستان کرے۔ صدارتی امیدوار کے لئے کسی بھی شعبے میں مastrیاپی انج ڈی ڈیگری یافتہ ہونا لازمی قرار دیا جائے۔
 [کرغیستان کے تمام وزارے پری انج ڈی ہیں] آئین کے ارٹیکل 62,63 کے مطابق اسلامی نظریاتی کو نسل کلیئرنس مشفکیت دے۔
 صدارتی امیدوار کی مدت چار سال مقرر کی جائے۔ مندرجہ بالا پیشہ وارانہ تقطیعیں صدر و نائب صدر کے لئے پانچ پیٹیں ایکشن کمیشن کو
 ارسال کریں گی۔ ایکشن کمیشن آف پاکستان ان پانچ پیٹیں میں سے دو پیٹیں منظور کرے گا۔ یاد رہے کہ اسلام میں کوئی بھی شخص اپنے

آپ کو امیدوار کے طور پر پیش نہیں کر سکتا۔

- 1 اسلامی نظریاتی کو نسل خالص قرآنی فکر کے حامل پانچ مفکروں کو نامزد کرے۔
 - 2 فیڈریشن آف کامرس اند سٹری پانچ مغلص و باکردار نمائندوں پر تھنک ٹینک بنائے۔
 - 3 سپریم کورٹ بار ایسوی ایشن بھی پانچ مغلص و باکردار قرآنی فکر کے حامل اراکین کو نامزد کرے۔
 - 4 پاکستان انجینئرنگ کو نسل۔
 - 5 پاکستان اگری ٹکچر کو نسل۔
 - 6 ایکس سروس میں سوسائٹی۔
 - 7 پاکستان میڈیکل ایسوی ایشن۔
 - 8 پاکستان فارن سروس کے ریٹائرڈ آفیسرز۔
 - 9 پاکستان پروفیسر اینڈ پیچر ارز ایسوی ایشن۔
 - 10 پاکستان جرنلسٹ ایسوی ایشن۔
 - 11 پاکستان وومن ایسوی ایشن
 - 12 پاکستان تاجر تعاون۔
 - 13 پاکستان اسپورٹس ایسوی ایشن۔
 - 14 پاکستان لیبر فیڈریشن۔
 - 15 پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ۔
 - 16 ریٹائرڈ سی ایس پی ایمندپی سی ایسوی ایشن ادیگر پیشوں سے متعلق ایسوی ایشن۔
- فرانس میں مختلف پیشہ وران جماعتوں سے وزیر منتخب کئے جاتے ہیں اسی طرح مندرجہ ذیل شعبہ جات سے پانچ پانچ [تکمیل دی جائے اور ان کے چیزیں کو وزارت ہونی جائے۔] اراکین کا ایک تھنک ٹینک یا Shadow Government معرفہ دانشور پال کینڈی کے مطابق:

"Clearly, a Society which desires to be better prepared for the twenty first century wil pay a pricee to achieve that transition, it wil need to retool its national skills and infrastructure, challeng vested intersts, other many old habits, and perhaps amend its governmental structures.....Alongside voice calling for change, theree exist large constituencies wanting things to stay as they are, to freezee things rather than respond.[Paul Kennedy Historian 1993].

قائد اعظم کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ہم رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں:
 "You will no doubt agree with me that the first duty of a government is to maintain law and order, so that life, property and religious beliefs of its subjects are fully protected by the state.....One of the biggest curses from which India is suffering is bribery and corruption. That really is a poison. We must that you will take adequate measures as soon as it is possible for this Assemble to do so, Block marketing is another curse.....Along with many other things, good and bad has arrived this great evil - the evil of nepotism and jobbery."

{Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah, Presidential address to the Constituent Assembly of Pakistan, 11th August, 1947}.

صدراتی طرز حکومت
 امریکہ میں صدراتی طرز حکومت کو اپنایا گیا ہے۔ صدر کے بہت با اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اس کے اختیار کو تنزیل کرنے کے لئے سینیٹ اس سے جواب دی کا اختیار رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں تحدید و توازن [Check & Balance] کے اصول کو اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی آئین میں یہ گنجائش پیدا کی گئی ہے کہ اگر صدر اپنے اختیارات کے اعتبار سے آمرانہ طرز اختیار کرنے لگے تو سینیٹ مختلف طریقوں سے اسے روک اور روک سکتی ہے اور اسی طرح اگر سینیٹ اپنی حدود سے تجاوز کرے تو صدر اسے ویشور کرتا۔ اس طریقہ کارروائی دید و توازن [Check & Balance] کا نام دیا گیا ہے۔ متفہم، انتظامیہ اور عدالیہ اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کرتے ہیں۔ یعنی نہ تو ایک دوسرے سے متعادم ہوتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے کام میں مداخلت کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ کو دو بعد اتنی نظر ہانی کا اختیار بھی حاصل ہے۔ یعنی وہ پارلیمنٹ کے غیر آئینی ادھاراں اور قوانین کو مسترد کر سکتی ہے۔

صدراتی حکومت کی خصوصیات:

صدراتی حکومت کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1] صدر ریاست و حکومت کا سربراہ:

صدراتی نظام حکومت میں صدر مملکت و حکومت دونوں کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ اپنے اختیارات کے استعمال کے سلسلے میں تلقینہ یا کسی اور ادارے کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا، اس وجہ سے اس کو "واحد عالمہ" بھی کہتے ہیں۔

2] صدر کا طریقہ انتخاب:

صدراتی طرز حکومت میں صدر کا انتخاب براؤ راست یا بالواسطہ عوام کے وٹوں سے عمل میں آتا ہے۔ مثال کے طور پر

امریکہ میں صدر کا انتخاب "انتخابی ادارہ" [Electoral College] کرتا ہے۔ انتخابی ادارہ کے ارکان کو عوام برآہ راست طریق انتخاب کے ذریعے منتخب کرتے ہیں۔ برازیل، چلی اور فرانس میں صدر کو عوام برآہ راست منتخب کرتے ہیں۔ ہمیں بھی ان ممالک کے صدارتی طرز حکومت کو اپنانا ہو گا۔

[3] صدر کے عہدہ کے میعاد: صدارتی نظام حکومت میں صدر ایک مقررہ میعاد کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ امریکی آئین میں صدر کے عہدے کے میعاد چار سال رکھی گئی ہے، جبکہ فرانس میں صدر پانچ سال کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ صدر کو میعاد ختم ہونے سے قبل صرف مواخذہ [Impeachment] کے ذریعے ہی بطریف کیا جاسکتا ہے۔ ملک سے غداری اور رشت خوری جیسے تغیین الزام میں صدر کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔

[4] وزراء کی حیثیت: صدارتی طرز حکومت میں وزراء کی حیثیت صدر کے ملازم کی ہوتی ہے۔ وہ ان کی تقریری اور بر طرفی کے کمل اختیارات رکھتا ہے۔ وزراء مقننه کے رکن نہیں ہوتے اور نہ ہی مقننه کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنی کارکردگی کے سلسلے میں صدر کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں اور صدر کی خوشنودی حاصل رہنے تک اپنے عہدوں پر قرار رہتے ہیں۔ اسی لئے صدر کی کابینہ کو "روسی کابینہ" [Kitchen Cabinet] کہا جاتا ہے۔

[5] نظریہ تقسیم اختیارات: صدارتی نظام حکومت میں فرانسیسی مفکر ماٹیسکو کے نظریہ تقسیم اختیارات عمل کیا جاتا ہے۔ اس میں دستور کے تحت حکومت کے تینوں شعبوں مقننه، عاملہ اور عدالیہ کے درمیان اختیارات تقسیم کئے جاتے ہیں اور ہر شعبہ اپنے اپنے دائرہ اختیار میں خود مقننه ہوتا ہے۔ صدارتی نظام حکومت میں عاملہ مقننه کا جزو نہیں ہوتی بلکہ الگ حیثیت کی مالک ہوتی ہے۔ یہ دونوں ادارے ایک دوسرے کے معاملات میں عدالتی امور میں مداخلت نہیں کرتے۔

[6] تحدید و توازن کا نظام: صدارتی طرز حکومت میں نظریہ تقسیم اختیارات کو سونے کے بعد حکومت کے تینوں شعبوں مقننه، عاملہ اور عدالیہ کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے اور ان کی مطلق العنانیت کو کنٹرول کرنے کے لئے تحدید و توازن [Check & Balance] کا نظام نافذ کیا جاتا ہے۔ مقننه کی تحدید [Check] عاملہ اور عاملہ کی مقننه کرتی ہے۔ اسی طرح عدالیہ کی تحدید و توازن کے اصول پر امریکہ کے صدارتی نظام حکومت میں عمل ہوتا ہے۔ ڈی سی کویل [D.C.COYLE] کے مطابق امریکی آئین کو احتیاط سے مرتب کرنے کے بعد تحدید و توازن کے اصول کو شامل کیا گیا ہے تاکہ حکومت کا کوئی شعبد پاگل پن کا مظاہر نہ کرے۔

[7] صدر کی جماعت کی مقننه میں اکثریت ضروری ہے: صدر اور مقننه کے ارکین کا انتخاب الگ الگ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ صدر کی جماعت کو مقننه میں بھی اکثریت حاصل ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صدر کا تعلق کسی اور جماعت سے اور مقننه میں اکثریت کسی دوسری جماعت کی ہوتی ہے۔

تحریک پاکستان کے گولڈ میڈل

اعزاز یافتگان و تعارف خدمات

تحریک حصول پاکستان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے صوبہ پنجاب میں ۱۹۸۶ء میں گولڈ میڈل ایوارڈ کا اجراء کیا گیا اور اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے اور اس قرض کو چکانے کے لئے حکومت پنجاب نے مکمل اطلاعات و ثقافت میں [شعبہ تحریک پاکستان] قائم کیا۔ اس کے علاوہ حکومت پنجاب نے تحریک پاکستان سے وابستہ اصحاب پر ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے کارکنان تحریک پاکستان کی ان بے بدل خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں یا ان کے ورثاء کو گولڈ میڈل پیش کرنے کا آغاز کیا، یہ کمیٹی ایک باقاعدہ ادارے کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جو ہر سال انتہائی وقت نظرے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کے نامور کارکنوں کو ایک باقاعدہ ادارے کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جو ہر سال انتہائی وقت نظرے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کے نامور کارکنوں کو سونے کے تمحفے دینے کا فیصلہ کرتی ہے اور حکومت پنجاب ان کی سفارش پر تمحفے پیش کرتی ہے۔ اس کمیٹی کی سفارش پر حکومت پنجاب نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ تحریک پاکستان کی وہ قبل تعظیم شخصیات جن کا تعلق صوبہ خیر پختون خواہ، صوبہ سندھ، اور صوبہ بلوچستان سے ہے یا وہ وہاں پر قیام پذیر ہیں، انہیں بھی ان کے کارہائے نمایاں کے اعتراف میں گولڈ میڈل پیش کیا جائے کیونکہ دوسرے صوبوں میں ایوارڈ دینے کا سلسلہ ترک کر دیا گیا ہے، تحریک پاکستان سے تعلق رکھنے والی جن قابل تعظیم شخصیات کو گولڈ میڈل سے نوازا گیا ہے ان کے تعارف کو "صوت الحق" کے قارئین تک بطور خراج تحسین پہنچانے کا سلسلے کے تحت اس شمارے میں ان تمحفے یافتگان کا تعارف خدمات پیش خدمت ہے۔

ہمارا خون بھی شامل ہے ترین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

سید حسین شہید سہروردی --- بنگال

آپ کا شمار اس خط کے ان مسلمان رہنماؤں میں ہوتا ہے جنہوں نے مسلم شخص کو اجاگر کرنے، مسلمانوں کے سیاسی و اقتصادی حقوق کے تحفظ، برطانوی سامراج سے آزاد اور مسلمانوں کے لئے ایک الگ مملکت کے حصول کے لئے بے پناہ خدمات انجام دیں۔

حسین شہید سہروردی مدن پور مغربی بنگال میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کلکتہ، مدرسہ اور سینٹ زیور کالج سے حاصل کی۔ اس کے بعد ہمالیہ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان چلے گئے جہاں آپ آکسفورڈ یونیورسٹی سے قانون و فلسفہ اور سیاست و اقتصادیات کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی انگلستان سے واپسی پر سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا اور کوشلر منتخب ہوئے۔ کلکتہ کار پوریشن کے اس وقت کے مسٹری آرداں جو کہ سوراج پارٹی کے سربراہ تھے، کی تیز نظرتوں نے نوجوان سہروردی کی اعلیٰ

ملا حیتوں اور غیر معمولی ذہانت کو بھانپ لیا۔ اسی کی کوششوں سے حسین شہید سہروردی سوراہی سیاست میں داخل ہوئے اور بہت بلد کلکتہ کار پور بیشن کے ڈپنی میر منتخب ہو کر تیزی سے چھانے لگے۔ آپ نے بنگال بخشش چیبر آف کامرس قائم کر کے اپنی سیاسی ملا حیتوں کا لواہ منوالیا۔ مزدوروں کی حمایت سے 1924ء میں بنگال کی مجلس قانون ساز کے زکن منتخب ہو گئے۔

آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ نے محسوس کیا کہ اب مسلمانوں کو ان ای خودروت ہے تو آپ سیکولر سیاست سے رشتہ توڑ کر سوراہج پارٹی سے علیحدہ ہو گئے۔ آپ نے کلکتہ میں نئی خلافت کمیٹی منظم کی۔ آپ 1930ء میں کلکتہ میں مولانا بشوت علی کی زیر صدارات منعقد ہونے والی خلافت کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین تھے۔ آپ نے اپنے سپاسنامہ میں مسلمانوں کے حقوق کی آواز اٹھائی اور سائنس کمیشن کی شفارشات کو مسترد کرنے کا اعلان کیا۔

آپ نے بنگال مسلم کافنس کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی جدوجہد جاری رکھی۔ 1931ء میں مسلم کافنس کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کی ایک ملک گیر تنظیم کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ انہیں اپنے خواب کو اُس وقت شرمندہ تعمیر کرنے کا موقع ملا جب 1936ء میں قائد اعظم نے مسلم لیگ کو ازسر نونقم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ انہیں صوبہ مسلم لیگ کا سکرٹری مقرر کیا گیا۔ اگرچہ آپ نے اپنی الگ جماعت یونائیٹڈ مسلم پارٹی قائم کر کی تھی، مگر قائد اعظم کی ولود انگریز قیادت کے زیر اثر آنے کے بعد آپ نے اپنی جماعت کو مسلم ۸ یگ میں ضم کر دیا اور اسی کے ہو کرہ گئے اور پورے بنگال میں مسلم لیگ کی تنظیم نوکی۔ 1943ء میں آپ خواجہ ناظم الدین کی کابینہ میں سول سالاً تک وزیر بنائے گئے۔ مگر صرف چار سال کے قابل عرصہ یعنی 1946ء میں شہید سہروردی نے ہی قرارداد پاکستان میں ابہام کو دور کرنے کے لئے قرارداد پیش کی جو منظور کی گئی۔ جس میں مشرقی و مغربی حصوں پر مشتمل ایک پاکستان کا تصور دیا گیا تھا۔

1947ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ نے مشرقی بنگال میں وزارت بنائی تاکہ مسلمانوں کے جان و مال کا تحفظ کیا جاسکے۔ قائد اعظم نے انہیں پاکستان کی مرکزی کابینہ میں شویست کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ مگر کلکتہ میں ہندووں کی جان کے دشمن ہو گئے۔ لہذا وہ 1949ء میں پاکستان منتقل ہو گئے۔ 1954ء میں مرکزی وزیر قانون کا قلمدان آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ 1955ء میں پاکستان کے وزیر اعظم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، مگر رواہی سیاسی اختلافات کے باعث انہیں وزارتِ عظمیٰ کے منصب سے مستغفل ہونا پڑا۔ پھر بھی وہ ملک کے دونوں حصوں کے اتحاد اور تکمیل کی علامت تصور کئے جاتے تھے۔

ترتیب الہامی

سورتوں اور آیات کی ترتیب الہامی تھی یا نبی اکرم نے خود کی؟ اس سوال سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ اور یہ ہم کیسے جان سکتے ہیں؟ ہر تو صرف نبی اکرمؐ کی بتائیتے تھے۔ ہمیں تو وہی ترتیب مانی ہے جس میں قرآن حکیم ملا ہے اور چودہ سو [1400] سال پتھریں لیے ہی ثابت ہے۔ قرآن کے مطابق اگر یہ ترتیب خود نبی اکرمؐ نے نہ کی ہوتی تو انہوں نے اپنا فرض منصی بخوبی ادا نہ کیا ہوتا، اور ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ جمع و ترتیب و تدوین کی تمام کہانیاں صرف گراہی پھیلانے کے لئے تیار کی گئیں تھیں۔ راشد

اللیل [92] سورۃ

سلسلہ وار جدید ترین علمی و عقلی تراجمہ

براہ کرم جدید عقلی ترجمے کی ذیل میں کم کاوش میں معانی کی گہرائی اور قرآن کے بلند بالا اہداف کی مطابقت پر غور فرمائیں، اور اسکا موازنہ کریں پرانے عمومی موروثی ترجمے کے ساتھ جو کہ سازشی تفاسیر کے اثرات کے تحت کیا گیا ہے۔

وَاللَّيْلَ إِذَا يُغْشَى ﴿١﴾ وَالنَّهَارُ إِذَا تَجَلَّى ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ اللَّذِكَرُ وَالْأُنثَى ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَّئِيْ
 ﴿٤﴾ فَإِنَّمَا مَنْ أَعْطَى وَآتَىٰ ﴿٥﴾ وَصَدَقَ بِالْحُسْنَى ﴿٦﴾ فَسَيِّسِرُهُ لِلْيَسِرِي ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ
 وَاسْتَغْنَى ﴿٨﴾ وَكَذَبَ بِالْحُسْنَى ﴿٩﴾ فَسَيِّسِرُهُ لِلْعُسْرَى ﴿١٠﴾ وَمَا يُعْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَىٰ ﴿١١﴾
 إِنَّ عَلَيْنَا لِلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾ وَإِنَّ لَنَا لِلآخرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ فَأَنذِرْنَاهُمْ نَارًا تَلْظَىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَضْلَاهَا إِلَّا
 الْأَشْقَىٰ ﴿١٥﴾ الَّذِي كَذَبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيِّجَتْهَا الْأَنْقَىٰ ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتَى مَالُهُ يَتَرَكَىٰ ﴿١٨﴾
 وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا اتَّبَاعَهُ وَجْهَرَ بِهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسْوَفَ يَرَضَىٰ ﴿٢١﴾

قدیمی روایتی ترجمہ

ہے رات کی جبکہ وہ چھا جائے۔ اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو۔ اور اس ذات کی جس نے زار و مادہ کو پیدا کیا۔ درحقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔ تو جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پر ہیز کیا۔ اور جھلائی کوچ مانا۔ اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتنی۔ اور جھلائی کو جھلایا۔ اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور اس کا مال آخر اس کے کس کام آئے گا جبکہ وہ ہلاک ہو جائے؟ بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے۔ اور درحقیقت آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم، ہی مالک ہیں۔ پس میں نے تم کو خبر دار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے۔ اس میں نہیں جھلے گا مگر وہ انتہائی بدجنت۔ جس نے جھلایا اور منہ پھیرا۔ اور اس سے دور کھا جائے گا وہ نہایت پر ہیز گار۔ جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدله اسے دینا ہو۔ وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرتا ہے۔ اور ضرور وہ (اس سے) خوش ہو گا۔"

جدید ترین علمی و شعوری ترجمہ

کر درات کے اندر ہیرے پر جب وہ چھا جاتا ہے اور تمہارے اعمال کو پوشیدہ کر لیتا ہے [یغشیٰ]؛ اور دن پر غور کرو جب وہ تمام پر دے اٹھاد دیتا ہے؛ اور اس حکمت پر غور کرو جس کے ساتھ نزاور مادہ کی اکائیوں میں تمہاری تقسیم کی گئی ہے۔ بے شک تمہاری اس زندگی میں تمہاری کاوشیں [سَعْيَكُمْ] مختلف النوع [لِشَّتَّى] ہو اکرتی ہیں۔ لہذا تم میں سے وہ جنہوں نے سخاوت اور پرہیز گاری سے کام لیا اور معاشرے کے حسن و توازن کے لئے عملی کام کیا [صَدَقٌ بِالْحُسْنَى]، ہم ان کے لیے فراوانی اور بہتانات [لِلْيُسْرَى] کے راستے آسان کر دیں گے [سَيْئَتُهُ]۔ اور ان کے لئے جنہوں نے بخل اور خود غرضی سے کام لیا، اور معاشرے کے حسن و توازن کے خلاف چلتے رہے [کَذَبٌ بِالْحُسْنَى]، ہم ان کے لئے مشکلات اور تنگی کے راستے کھول دیں گے۔ پس ان کی تمام دولت جب ختم ہو جائیگی [إِذَا نَرَدَى] تو ان کے کسی کام نہ آسکے گی [وَمَا يُغْنِي]۔ درحقیقت، صحیح را ہمنامی دینا ہمارا ہی فرض ہے۔ اور یہ بھی ہمارا ہی حق ہے کہ آخرت اور اس زندگی میں تمہارا فیصلہ کریں۔ فلکھدا، ہم نے تمہیں بھڑکتی آگ والے انجمام سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس کا شکار صرف وہی ہوں گے [يَضْلَاهَا] جو نہایت بدجنت ہوں گے، جنہوں نے جھوٹ پر انحصار کیا ہوگا اور سچ سے منہ موڑا ہوگا۔ اور پرہیز گاروں کو اس سے بچالیا جائے گا [سَيْجَنَّبُهَا]؛ یہ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنی دولت میں سے خرچ کیا ہوگا اور اپنی ذات کا ارتقاء حاصل کر لیا ہوگا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی کسی معاوضے کی توقع نہ رکھتا ہوگا، سوائے اللہ کی توجہ اور خوشنودی کی خواہش کے۔ ایسے لوگ یقیناً ایک پر لطف اور مطمئن زندگی گزاریں گے۔

اسلام کا عدل عمرانی

قادمہ عظیم نے اکتوبر 1947ء میں [خالق دینا ہاں۔ کراچی میں] عمال حکومت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: پاکستان کا قیام جس کے لئے ہم گزشتہ دس سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے، اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت ثابتہ بن کر سامنے آچکا ہے لیکن ہمارے لئے اس آزاد مملکت کا قیام مقصود بالذات نہیں تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی مملکت میں جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور جس میں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشوونما پاسکیں، اور جہاں اسلام کے عدل عمرانی کے وہ اصول آزادانہ طور پر رونہ عمل لائے جاسکیں۔

اسلام کا عدل عمرانی کے عوامی حقوق کیا ہیں جنہیں بروئے کار لانے کے لئے، قائد عظیم کے الفاظ میں اس مملکت کو حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا جواب صاف اور واضح ہے ناسلاعی نظام کا منتہی یہ ہے کہ ہر فرد کی تمام مضر صلاحیتوں کی نشوونما اس طرح ہو جائے کہ وہ اس دنیا میں اور اس کے بعد کی زندگی میں اپنی ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جائے۔ اس مقصد کے لئے وہ سب سے پہلے افراد مملکت کو ان کی بنیادی ضروریات زندگی کی طرف سے بے قُل کر دیتا ہے تاکہ وہ اہلین ان سے بلند مقصد زندگی کے لئے جدوجہد کر سکیں۔ وہ تمام افراد کو اس امر کی ضمانت دیتا ہے کہ ہم خدا کی طرف سے تمہاری اور تمہاری اولاد کی ضروریات زندگی کی ذمہ داری لیتے ہیں اس کا نام اسلام کا عدلی عمرانی ہے۔

and beauty (husnaa - حُسْنَى), We shall make available the ways towards hardship; and so their wealth will not help them when it eventually diminishes (taraddaa - تَرَدَّى). In fact, it is only upon US to provide guidance and it is only OUR prerogative (la-na - لَنَا) to judge you with regard to the life of Hereafter and the present one. Therefore, WE have duly warned all of you about the doom of blazing fire (naaran talazzaa - نَارٌ أَتَلَظَّى). None is sent therein except the most wretched ones (al-ashqaa - الْأَشْقَى) who indulged in prevarication (kazzaba(گذب) and turned their backs in the face of truth (tawallaa - وَتَوَلَّى). And the circumspect ones will be saved from it; it will be those who spend from their wealth and thus achieve conscious evolution. And none of them expects a reward in return, except desiring (ibtighaa - اِبْتِغَاءً) their Exalted Nourisher's favor and attention (wajhi - وَجْهٍ). And they certainly are going to lead a life of pleasure and satisfaction."

++++++

ہیر وازم

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ حادثات کا شکار ہو جانے کے بعد بھی اکثر لوگ پر امید رہتے ہیں۔ ہولناک طوفان سے تباہ ہونے والے لوگوں سے ان کے مستقبل کے بارے میں پوچھا جائے تو 10 فیصد سے بھی کم لوگ مستقبل کے بارے میں کسی اندریش کا اظہار کرتے ہیں۔ بقیہ تمام لوگ تباہی کے باوجود اپنے مستقبل کے بارے میں پر امید ہوتے ہیں۔ حادث کے بارے میں ہماری حقیقیں کا خلاصہ یہ ہے کہ واقعات کا مطابق بتاتا ہے کہ انسان مصیبوں کے مقابلہ کے لئے حرمت اگزیز طور پر حوصلہ مند اور چکدار واقع ہوئے ہیں، مصائب کے وقت مجموعی طور انسان جس رویہ کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کو دوہشت اور گھبراہت کے بجائے ہیر وازم کے لفظ سے تعبیر کرنا زیادہ صحیح ہو گا۔

In conclusion, the reality of events suggests that human beings are amazingly controlled and resilient in the face of adversity. Perhaps heroism - not panic or shock - is the right word to describe their most common behaviour in time of disaster.

انسان کو اس کے بنانے والے نے حرمت اگزیز طور پر بے شمار صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ اسی میں سے ایک صلاحیت یہ ہے کہ میں برپادی کے کھنڈر میں کھڑا ہو کر بھی وہ ختم نہیں ہوتا بلکہ اپنی نئی تعمیر کا مخصوصہ سوچتا ہے اور بہت جلد اپنے نقصانات کی تلاشی کر لیتا ہے۔ انسان کے اندر یہ فطری امکان ہم کو بہت برا سبق دے رہا ہے۔ کوئی فرد یا قوم اگر کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو اس کو ماتم اور شکایت میں ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنے خالق، اپنے رب کی دی ہوئی صلاحیت کو بروئے کارلا کر خود کو دوبارہ کھڑا کرنے کی کوشش میں لگ جانا چاہئے۔ عین ممکن ہے کہ حالات نے جہاں آپ کی کہانی ختم کر دیں چاہی تھی وہیں سے آپ کی زندگی کے ایک نئے شاندار باب کا آغاز ہو جائے۔

Rabbi-hi al-a'laa. Wa la-sawfa yardhaa."

Old Traditionist Translation:

"By the night when it enshrouds, and by the day when it breaks in its glory, and by that WHO created the male and the female. Surely your strivings are divergent. As for him who gave out his wealth (for Allah's sake) and abstained (from disobeying Him), and affirmed the Truth of goodness: We shall facilitate for him the Way to Bliss. As for him who was a miser and behaved with aversion (to Allah), and denied the Truth of goodness: We shall facilitate for him the way to Hardship, and his wealth shall be of no avail to him when he perishes. Surely it is for Us to show the Right Way, and to Us belong the Next Life and the present. I have now warned you of a Blazing Fire, where none shall burn except the most wicked, who rejected the Truth, calling it falsehood and turned his back on it. But the God-fearing shall be kept away from it, the God fearing who spends his wealth to purify himself; not as payment for any favours that, but only to seek the good pleasure of his Lord Most High. He will surely be well-pleased (with him he received)."

The Latest Academic & Rational Translation

"Observe the night when it overwhelms and conceals your deeds (yaghsha - يغشى); and the day when it uncovers and reveals everything (tajallaa - تجلّى); and observe the wisdom (maa - مَا) behind creating (khalaqa - خلق) the pair of male and female units. Your endeavors in this life (sa'yu-kum - سعياً لكم) undoubtedly hold a multi-dimensional perspective (la-shattaa - لشّتى). Hence, for those of you who lived with generosity and circumspection, and have practically acted for achieving beauty & equilibrium (bil-husnaa - بِالْحُسْنَى) in society, We shall open easy ways towards abundance (yusraa - يُلْغَسْرَى); and for those who have behaved miserly and remained self-centered, and denied the need for social equilibrium

Thematic Quranic Translation Series

Chapter Al-Layil (92)

Kindly check the depth of meaning and concordance with the aims and targets of Quranic ideology in the latest Rational Translation attempted below, as against the unclear and commonplace old translation done under the influence of inherited fictitious interpretations.

وَاللَّيلِ إِذَا يُغْشَى ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ الَّذِكْرَ وَالْأَنْثَى ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى
 ﴿٤﴾ فَإِنَّمَا مَنْ أَعْطَى وَآتَقَى ﴿٥﴾ وَصَدَقَ بِالْحُسْنَى ﴿٦﴾ فَسَيِّسِرُهُ لِلْيُسْرَى ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ بَخَلَ
 وَاسْتَغْنَى ﴿٨﴾ وَكَذَبَ بِالْحُسْنَى ﴿٩﴾ فَسَيِّسِرُهُ لِلْعُسْرَى ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَى
 إِنَّ عَلَيْنَا لِلْهُدَى ﴿١١﴾ وَإِنَّ لَنَا لِلآخِرَةِ وَالْأُولَى ﴿١٢﴾ فَإِذْ رَزَّكُمْ نَازًا تَلَظَّى ﴿١٣﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا
 الْأَشْقَى ﴿١٤﴾ الَّذِي كَذَبَ وَتَوَلَّى ﴿١٥﴾ وَسِيَّجَنَّهَا الْأَنْقَى ﴿١٦﴾ الَّذِي يُؤْتَى مَالُهُ يَنْزَكِي ﴿١٧﴾
 وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ﴿١٨﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ﴿١٩﴾ وَلَسْوَفَ يَرْضَى ﴿٢٠﴾

Transliteration:

"Wal-layili izaa yaghsha; wan-nahaari izaa tajallaa; wa maa khalaqaz-Zakara wa al-unthaa. Inna sa'ya-kum la-shattaa. Fa-amma man a'taa wat-taqaa, wa saddaqa bil-husnaa; fa-sanuyassiru-hu lil-yusraa. Wa amma man bakhila was-tagħha, wa kazzaba bil-husnaa, fa-sanuyassiru-hu lil-'usraa. Wa maa yughni 'un-hu maalu-hu izaa taraddaa. Inna 'alayina lal-hudaa; wa inna lana lal-Aakhirata wa al-oolaa. Fa-anzartu-kum naaran talazzaa. Laa yaslaa-ha illa al-ashqaa; allazi kazzaba wa tawalla; wa sayujannabu-ha al-atqaa; allazi yu'ti maala-hu yatazakkaa. Wa ma li-ahadin 'inda-hu min ni'matin tujzaa; illa abtigha'a waj-hi